ادارۃ المساجد والمشاریع الاسلامیۃ
Dept. of Bldg. Mosques
and Islamic Projects

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْـًٔا (النساء ۵-۹)

اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ۔

"تطہیر الاعتقاد عن ادران الالحاد" کا اردو ترجمہ

آئینہ توحید

تصنیف
فضیلۃ الشیخ
محمد بن اسمٰعیل صنعانی

ترجمہ
مولانا
سیف الرحمٰن الفلاح ایم اے

ناشر
مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ ... اوکاڑہ پاکستان

Free of Charge

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا ۔ (النساء ع ٦:)

اللہ کی عبادت کرو اور اس کا کسی کو شریک مت بناؤ۔

تطہیر الاعتقاد عن درن الالحاد کا اردو ترجمہ

آئینۂ توحید

تصنیف

فضیلۃ الشیخ

محمد بن اسمٰعیل صنعانی

ترجمہ

مولانا

سیف الرحمٰن الفلاح ایم۔اے

ناشر

مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ صمد پورہ روڈ اوکاڑہ پاکستان

سلسلہ تبلیغ نمبر ۵

نام کتاب ________ آئینۂ توحید

تصنیف ________ شیخ محمد بن اسماعیل صنعانی

ترجمہ ________ مولانا سیف الرحمٰن الفلاح

ناشر

حفیظ الرحمٰن ولکو ناظم نشر واشاعت

ملنے کا پتہ

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ

صمد پورہ روڈ نزد چکی جان محمد اوکاڑہ پاکستان کوڈ/ ۵۶۳۰۰

فہرست عنوانات !

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"تطہیر الاعتقاد عن درن الالحاد" کا اردو ترجمہ

تعارف:

اللہ تعالیٰ کی عبادت انسان کا سب سے اہم فریضہ ہے۔ اس میں غفلت شعاری اور سہل انکاری اس کے لیے ہرگز مناسب نہیں۔ اور اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک بنانا عبادت میں غفلت شعاری اور سہل انگاری سے بھی بدتر ہے۔ دورِ حاضر میں ایسے لوگ بکثرت نظر آئیں گے جو اس بیماری میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ کوئی اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ کسی مقبرہ یا مزار پر بھی اپنی جبین رگڑتا ہے۔ کوئی خانۂ خدا میں نماز کی ادائیگی کے بعد "یا حی یا قیوم" کا وظیفہ کرنے کے بجائے "یا غوث اعظم" وغیرہ کی رٹ لگاتا ہے۔ کوئی اللہ کے نام پر قربانی دینا اتنا اہم تصور نہیں کرتا جتنا علمائے امت کی قبروں پر جانور ذبح کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ لیکن یہ تمام امور شرکیہ ہیں اور مشرک کی تمام عبادت رائیگاں جاتی ہے وہ درجۂ قبولیت ہرگز حاصل نہیں کر سکتی بلکہ مشرک کا کوئی عمل خواہ کتنا بڑا ہو، ہرگز قبول نہیں ہوگا اور نہ ہی ایسا شخص اللہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا" (الکہف)

"جو اللہ سے ملاقات کا خواہاں ہو تو اسے چاہیے، نیک اعمال کرتا رہے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔"

نیک عمل کی تعریف یہ ہے کہ ایسا عمل جو اللہ کی رضاجوئی کے لیے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق انجام دیا جائے۔ اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں کیا جائے۔ اگر ان امور کا دھیان نہ رکھا جائے تو نیکی بھی نیکی نہیں رہے گی بلکہ زمرۂ سیئات میں شمار ہوگی اور اس کا ثواب ملنے کے بجائے بازپرس ہوگی اور سزا ملے گی۔ بدیں وجہ نیکی کرتے وقت

اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول ؐ کی سنت کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جائے۔ اسی موضوع پر شیخ محمد بن اسماعیل صنعانی ؒ نے ایک کتابچہ تصنیف کیا ہے جس کا نام تطہیر الاعتقاد من درن الالحاد ؒ ہے۔ اس کا ترجمہ کرنے کا خواہاں ہوں۔ ذاتِ ربانی پر مجھے کامل بھروسہ ہے کہ مجھے اس نیک کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشے گا۔

کتابچہ کا ترجمہ شروع کرنے سے پہلے مصنفِ رسالہ کا مختصر سا تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔

مصنفِ رسالہ کے مختصر حالات:

شیخ محمد بن اسماعیل بن صلاح ؒ کحلانی ثم صنعانی ۱۰۵۹ھ کو کحلان شہر میں پیدا ہوئے۔ جب کچھ ہوش سنبھالا تو علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ حصولِ علم کی خاطر مختلف مقامات کا سفر کیا۔ کبھی صنعاء کے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، کبھی علمائے حجاز کی خدمت میں حاضر ہو کر علم سیکھنے کی خاطر سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور کبھی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے متبحر علماء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

تحصیلِ علوم کے بعد واپس صنعاء شہر میں آکر قیام کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ علم کے پیاسے دور دراز سے آتے اور اپنی علمی پیاس بجھا کر واپس چلے جاتے۔ آپ کے درس میں سنت کے احیاء اور بدعت کی بیخ کنی کا اکثر ذکر ہوتا تھا بلکہ آپ عملی طور پر اس کام میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے علم و فضل کا چرچا گھر گھر ہونے لگا اور آپ کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کا عَلَم بلند کیا اور اصلاحی دعوت کے لیے شبانہ روز مصروف ہو گئے۔ اس معاملہ میں اہلِ بدعت اور گمراہ لوگوں کی مخالفت کو خاطر میں نہ لاتے اور بلا خوف و خطر اللہ کے احکام سناتے اور کسی کی ملامت کا ڈر نہ رکھتے تھے۔ اہلِ بدعت ' علماء رہے۔ دین لوگ آپ کی دعوت کے سخت مخالف ہو گئے، اس کے باوجود ان کے ارد گرد لوگوں کا ایک انبوہ کثیر یوں جمع رہتا جیسے نحل انگبیں شہد پر جمع ہوتی ہیں۔

درس و تدریس اور زبانی وعظ و تذکیر کے ساتھ ساتھ قلم و قرطاس کا مشغلہ بھی جاری رکھا۔ چنانچہ آپ نے اپنی زندگی میں چھوٹی بڑی بیسیوں کتابیں اور رسالے تصنیف کئے ہیں۔ ان میں سے چند مشہور کتب کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سبل السلام شرح بلوغ المرام ۔ ۲۔ العدۃ (یہ عمدۃ الاحکام کا حاشیہ ہے)

۳۔ قصب السکر نظم نخبۃ الفکر۔ ۴۔ اسبال المطر شرح نخبۃ الفکر۔
۵۔ ارشاد النقاد الیٰ تیسیر الاجتہاد۔ ۶۔ تطہیر الاعتقاد عن درن الالحاد۔
یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے تاہم یہ بہت کارآمد اور مفید ہے۔ مصنف نے اس میں ایک مقدمہ بیان کیا ہے اور پانچ اصول بیان کئے ہیں اور باقی فصلیں ذکر کی ہیں۔

مقدمہ:

مقدمہ میں اس امر کا ذکر کیا ہے کہ اکثر شہروں میں لوگ شرک کے مہلک مرض میں مبتلا ہیں۔ لوگ بزرگوں کی قبروں کی تسلیم کے بہانہ میں شرک کرتے ہیں اور کاہن جو علم غیب کی خبریں دیتے ہیں، ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ ان حالات میں نے ارادہ کیا کہ ایسی کتاب لکھوں جو ان کے مشرکانہ عقائد کی وضاحت کرے۔

اصول:

جب کہ اصول میں یہ بیان کیا ہے کہ:

۱۔ قرآن کریم برحق ہے۔
۲۔ تمام انبیاء اور پیغمبر توحیدِ الوہیت کی وضاحت کی خاطر دنیا میں تشریف لائے۔
۳۔ انسان کی عبادت کے لئے یہ بنیادی امر ہے۔
۴۔ توحیدِ ربوبیت کی وضاحت کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ انسانی فطرت میں مرکوز ہے اور مشرک بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔
۵۔ مجرد توحیدِ ربوبیت کا اقرار کافی نہیں کیونکہ توحیدِ عبادت میں انہوں نے خلل ڈال دیا۔

فصول:

فصول میں ان پانچوں اصولوں کی تفصیل اور تشریح بیان کی ہے جس میں اہل بدعت کے شبہات اور مغالطوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ اور آسان اور عام فہم بنانے کے لئے سوال و جواب کی طرز پر لکھا ہے۔ تاکہ پڑھنے والے پر اس کی حجت قائم ہو جائے اور اس کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔

(مترجم)

مقدمہ

تمام تعریفوں کے لائق اللہ تعالیٰ ہے جو اپنے بندوں سے توحیدِ ربوبیت کو اس لحاظ

تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ عبادت کی توحید میں اسے راہ نہ دیں۔ اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرائیں، اس کے ساتھ کسی اور کے سامنے فریاد نہ کریں اور مدد کے لئے کسی اور کو نہ پکاریں اور اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کریں۔ جب کبھی کوئی پریشانی لاحق ہو تو اس کی طرف رجوع کریں، اس کے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ اسے پکاریں اور اس کا قرب اور وصال حاصل کرنے کے لئے کسی سفارشی کو تلاش نہ کریں۔ ایسا کوئی ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں سفارش کرنے کی جرأت کرے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی رب اور وہی معبود ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اس نے آپؐ سے فرمایا "آپ لوگوں میں یہ اعلان فرمادیں کہ مجھے اپنے نفع ونقصان پر کوئی اختیار نہیں مگر جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے۔ اور اس اعلان کی تصدیق کے لئے بس اللہ ہی کی گواہی کافی ہے۔ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپؐ کی آل اور آپؐ کے تابعداروں پر جنہوں نے آپؐ کی پوری پیروی کی تاکہ ان کے اعمال ناقص نہ رہیں اور ان کے دلوں کو ہر ایسے اعتقاد سے پاک کرے جو توحیدِ ربانی میں خلل کا موجب ہو۔

بعد ازاں اس کتابچہ کا نام "تطهیر الاعتقاد عن درن الالحاد" تجویز کرتا ہوں۔ جب میں نے یمن، شام، نجد، تہامہ اور دیگر اسلامی ممالک میں کچھ شہروں اور بستیوں میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کا شریک بنانے میں دریغ نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں کہ اہلِ قبور اور زندہ لوگ غیب کی خبریں جانتے ہیں اور ان کو کشف ہو جاتا ہے، حالانکہ یہ لوگ فاسق وفاجر ہوتے ہیں، یہ مسلمانوں کی کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے بھول کر بھی نہیں جاتے۔ ان کو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ ان کو کتاب وسنت کا علم قطعی نہیں ہوتا۔ یہ نہ قیامت سے ڈرتے ہیں اور نہ انہیں جزا سزا کی کوئی فکر ہوتی ہے تو ان حالات کے پیشِ نظر میں نے اس تصنیف کی ذمہ داری کا بیڑہ اٹھایا۔ میں نے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور اپنے فرض کی ادائیگی کو ضروری سمجھا کہ جس بات سے اللہ ناراض ہوتا ہے میں بھی اسے برا سمجھوں تاکہ میرا شمار اس زمرہ میں نہ ہو جو کتمانِ حق کے مرض میں مبتلا ہیں۔

چند اصول:

آپ یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ دین کے قواعد کے چند بنیادی اصول ہیں۔ ان میں سے

چند اہم اور بنیادی اصول، جن کی پہچان ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے، درج ذیل ہیں:

۱۔ اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ جو کچھ قرآنِ پاک میں ہے وُہ برحق ہے اور اس میں کوئی شے غلط اور باطل نہیں۔ اس حدیث میں صداقت و حقانیت کے سوا کچھ نہیں۔ اس میں کذب و افتراء کا قطعاً شائبہ نہیں۔ یہ تمام کا تمام رشد و ہدایت کا منبع ہے۔ اس میں ضلالت و گمراہی کا کوئی راستہ نہیں۔ اس کی تعلیم حاصل کرنا علم ہے جہالت نہیں، اس میں جو کچھ ہے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ یہ ایک ایسا اصول ہے کہ اس کے بغیر کسی کا اسلام پُورا ہوتا ہے نہ ایمان۔ ہاں جب اس کا اقرار کرے، اس پر ایمان لائے اور اسے برحق تصوّر کرے تو اس کا ایمان پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ اس کو ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ تمام علماء متفقہ طور پر اس مسئلہ کے قائل ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسول اور انبیاءؑ اس لیے مبعوث فرمائے ہیں تاکہ اس کے بندوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دیں اور یہ بتلائیں کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ چنانچہ ہر رسول جب اپنی قوم میں تشریف لایا تو اس نے سب سے پہلے اپنی قوم کے سامنے یہ آواز بلند کی:

"يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ۔"

"اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں"

تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ جب اللہ کی عبادت کرو تو اللہ سے ہی ڈرو، اور میری تابعداری میں اللہ کی عبادت کرو۔ "لا الٰہ الا اللہ" کا یہی مطلب ہے۔ تمام انبیاءؑ نے اپنی اپنی قوم کو دعوتِ توحید دی اور اس کے معانی کے مطابق اعتقاد رکھنے کی تلقین کی۔ چنانچہ صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ اس کے مطابق اس عقیدہ کا اثر قلب پر بھی ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت اور ربوبیت میں یکتا ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اور غیر اللہ کی عبادت کا انکار کیا جائے اور ان سے برارت کا اظہار کیا جائے۔ یہ ایک ایسا قاعدہ اور اصول ہے کہ اس میں شک و شبہات کو ہرگز دخل نہیں۔ اور کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک اسے اس کا پُورا پُورا علم نہیں ہو جاتا۔

۳۔ توحید کی بڑی بڑی دو قسمیں ہیں:

قسمِ اول توحیدِ ربوبیت: خالقیت اور رازقیت وغیرہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے، وہی تمام جہانوں کا خالق اور ان کا رب ہے۔ وُہی ان کو رزق دیتا ہے، ان امور

کا مشرک بھی اقرار کرتے تھے۔ وہ ان امور میں اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے بلکہ ان امور کی نسبت صرف اللہ کی طرف کرتے تھے اور توحید کے قائل تھے۔ جیسا کہ چوتھے اصول اور قاعدہ میں عنقریب ذکر آئے گا۔

دوسری قسم کی توحید، توحیدِ عبادت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے کی جائیں اور ان میں کسی کو اللہ کا شریک نہ مانا جائے۔ یہ وہ توحید ہے کہ جس میں انہوں نے اللہ کے شریک بنائے۔ شریک کے لفظ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ تو اس عالم کائنات میں انبیائے الٰہی کی تشریف آوری کی غرض و غایت توحید کی قسم اوّل کی توثیق اور پختگی اور قسمِ ثانی کی مشرکوں کو دعوت دینا تھا۔ جیسا کہ مشرکوں کو خطاب کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا:

" أَفِي اللَّهِ شَكٌّ " (ابراھیم ع ۲)

" بتلاؤ کیا تمہیں اللہ کی ہستی پر کچھ شک ہے "؟

نیز فرمایا،

" هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ " (فاطر ع ۱)

" بتلاؤ تو سہی کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے "؟

اس سے مقصود ان کو اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک کرنے سے روکنا تھا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

" وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ " (نحل ع ۵)

" ہم نے ہر قوم اور ہر امت میں کوئی نہ کوئی رسول ضرور بھیجا جس نے لوگوں کو یہ دعوت دی کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو "

" فی کل امۃ " کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر امت اور قوم میں جو پیغمبر مبعوث ہوئے ان کی غرض و غایت صرف یہی تھی کہ لوگوں کو اس امر کی دعوت دیں کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں وہ صرف یہ بات بتانے کے لیے اور پہچان کرانے کے لیے نہیں بھیجے گئے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہان کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ زمین و آسمان کا رب ہے کیونکہ اس کے تو وہ پہلے ہی قائل اور اس کو مانتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس مضمون کی اکثر آیات بصیغۂ استفہام تقریری نازل ہوئیں جیسے فرمایا:

"هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ" (فاطر ع ۱)

"کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے؟"

"أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ" (النحل ع ۲)

"کیا خالق اور غیر خالق دونوں کا درجہ برابر ہو سکتا ہے"؟

"أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ" (ابراھیم ع ۲)

"کیا اللہ کی ہستی کے متعلق کوئی شبہ ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے؟"

"أَغَيْرَ اللّٰهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ"

"کیا اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود بناؤں، حالانکہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے؟"

"أَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ"

"اللہ کے ماسوا اوروں نے کیا پیدا کیا ہے، مجھے بتلاؤ اور دکھلاؤ تو سہی!"

"أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ" (احقاف ع ۱)

"مجھے دکھلاؤ کہ تمہارے معبودوں نے زمین سے کس شے کو پیدا کیا؟"

ان سب آیات میں استفہام تقریری کا استعمال ہوا ہے کیونکہ وہ ان امور کا اقرار کرتے اور مانتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکوں نے صنام اور بتوں کو معبود نہیں بنایا تھا، نہ ان کی عبادت کرتے تھے، نہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کو اللہ کا شریک بناتے تھے اور نہ فرشتوں کی عبادت کرتے تھے کیونکہ وہ ان کو زمین و آسمان کی پیدائش میں اللہ کا شریک تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے ان کو اپنا معبود اس معنیٰ میں بنایا تھا کہ یہ اللہ کے مقرب ہیں اور ہم کو بھی یہ اللہ کے قریب کر دیں گے۔ چنانچہ وہ اللہ کی ہستی کا اقرار کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ کفریہ کلمات بھی کہتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم ان کو اللہ نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کی عبادت صرف اور صرف اس لیے کرتے ہیں، تاکہ یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں مخاطب فرمایا:

"قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ"

آپ ان سے پوچھیں، کیا تم اللہ کو ایسی باتیں بتلاتے ہو جو زمین و آسمان میں کوئی

نہیں جانتا جو وہ شرک کی باتیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہے!"

تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سفارشی بنانے کو شریک فرمایا ہے اور اپنے وجود کو شریک سے پاک گردانا ہے۔ کیونکہ اللہ کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرنے کی کسی کو ہمت نہیں۔ ہاں جس کو وہ اجازت دے تو اس کی اجازت سے جس کام کے متعلق وہ حکم دے گا سفارش کریں گے۔ یہ لوگ اللہ کے ہاں کیسے سفارشی بناتے ہیں، حالانکہ اللہ نے ان کو سفارش کا اجازت نامہ نہیں دیا اور نہ ان میں سفارش کرنے کی اہلیت ہے۔ تحقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ۔ قیامت کے روز ان کسی کام نہیں آئیں گے۔

۴۔ وہ مشرک جن کی طرف اللہ کے رسول مبعوث ہوتے، اقرار کرتے تھے کہ ہمارا خالق اللہ ہے۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ" (زخرف ع ۷)

"اگر ان مشرکوں سے پوچھو کہ تم کو کس نے پیدا کیا تو وہ یہی کہیں گے کہ ہم کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔"

وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا بھی اللہ کو تسلیم کرتے تھے۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ" (زخرف ع ۱)

"اگر ان سے آپ دریافت کریں کہ زمین و آسمان کا خالق کون ہے تو وہ بلاشبہ یہی کہیں گے کہ ان کو اللہ نے پیدا کیا ہے جو غالب ہے اور جاننے والا ہے۔"

وہ رازق ہے جو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف کام کی تدبیر کرتا ہے اور کانوں، آنکھوں اور دلوں کا مالک وہی ہے۔

نیز فرمایا:

"قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ" (یونس ع ۴)

"آپ ان سے دریافت کیجئے کہ بتاؤ زمین و آسمان سے تمہیں رزق کون دیتا ہے!

کانوں اور آنکھوں پر کس کا قبضہ ہے؟ مردہ جسم سے جاندار اور جاندار کے جسم سے مردہ جسم کو نکالنا کس کا کام ہے اور ہر کام کی تدبیر کون کرتا ہے؟ وُہ فوراً بول اٹھیں گے کہ ان سب امور کو اللہ ہی کرتا ہے۔ پھر آپ ان سے کہیے تمہیں خوفِ خدا کیوں نہیں آتا؟"

نیز ارشاد فرمایا:

"قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ۔ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۔" (المومنون: ۸۹)

"آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ زمین اور زمین کی اشیاء پر کس کا قبضہ ہے؟ اگر تمہیں کچھ علم ہے تو بتاؤ تو سہی؟ وُہ فوراً جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے! پھر آپ ان سے سوال کیجیے کہ تم پھر نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ آپ ان سے دریافت کریں کہ بتاؤ ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا رب کون ہے؟ تو وُہ فوراً بول اٹھیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہے۔ پھر آپ ان سے پوچھیے، جب تم اللہ کو ایسی عظیم الشان ہستی تصور کرتے ہو تو پھر اس سے ڈرتے کیوں نہیں؟ آپ ان سے دریافت کیجیے کہ اگر تم کو کچھ علم ہے تو بتاؤ ہر شے کا مالک کون ہے؟ وُہ ہر شے کو پناہ دیتا ہے اور اُسے کسی کی پناہ کی ضرورت نہیں۔ وُہ فوراً کہیں گے کہ سب کچھ اللہ ہی کا ہے، تو پھر آپ ان سے دریافت کریں کہ تم کو کیسا جادو ہوا ہے کہ تم ان باتوں کا انکار کرتے ہو؟

فرعون جو کفر میں سب سے بازی لے گیا تھا اور سب سے زیادہ قبیح دعویٰ کیا اور بولا "اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" "میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں"۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق حضرت موسیٰؑ کی زبان سے کہلوایا:

"لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ" (بنی اسرائیل ع ۱۲)

"تو خوب جانتا ہے کہ ان آیات کو زمین و آسمان کے رب نے نازل کیا ہے جن میں

بصیرت ہے "

نیز ابلیس کہتا ہے:

" اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ " (حشر ع ۲)

" مجھے اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے "

نیز کہتا ہے:

رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ " ایک اور مقام پر " رَبِّ اَنْظِرْنِیْ " کے الفاظ مذ[illegible]

چنانچہ ہر مشرک اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس کا خالق اللہ ہے۔ زمین و آسمان کا خالق بھی وہی ہے وہ اُن کا اور جو کچھ ان میں موجود ہے سب کا رب ہے اور سب کا رازق ہے۔ بناء بریں انبیاء نے ان پر یہ حجت پیش کی کہ:

" اَفَمَنْ یَّخْلُقُ کَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؟

" کیا خالق اور مخلوق برابر ہو سکتے ہیں ؟ "

نیز فرمایا:

" اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَہٗ " (حج، ع ۹)

" اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو بیچارے اس قدر عاجز ہیں کہ ایک مکھی بنانے پر بھی قادر نہیں خواہ وہ تمام اکٹھے ہو کر کوشش کریں "

اس سے معلوم ہوا کہ مشرک لوگ ان امور کا اقرار کرتے تھے اور ان کو اس کا انکار کرنے کی کوئی گنجائش ہرگز نہ تھی۔

۵۔ عبادت انتہائی عاجزی اور انکسار کا نام ہے اور اس کا اظہار صرف اللہ کی بارگاہ میں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ انواع و اقسام کی نعمتوں کا مالک ہے اور اسی لائق ہے کہ اس کے سامنے انتہائی عاجزی اور خشوع و خضوع کا اظہار کیا جائے جیسا کہ کشاف میں مذکور ہے۔ پھر تمام عبادتوں کی جڑ اور بنیاد اللہ کی توحید ہے جس کے لیے اسی کلمہ کی قید ہے جس کی تمام انبیاء نے دعوت دی۔ اور وہ کلمہ " لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ " ہے۔ اس سے مراد اس کے معانی پر اعتقاد رکھنا ہے۔ صرف زبان سے پڑھ لینا کافی نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی عبادت اور الوہیت میں یکتا ہے اور اس میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا جو لوگوں نے باطل معبود بنا رکھے ہیں ان

سے بیزاری کا اظہار کیا جائے۔ کفار کلمہ کے معانی خوب جانتے تھے۔ وُہ اہلِ عرب تھے اور عربی زبان ان کی مادری زبان تھی۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید سن کر کہنے لگے :

" أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ "

" اس پیغمبرؐ نے تو تمام معبودوں سے منہ پھیر کر صرف ایک معبود کی عبادت کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے۔"

الفصل الاول، عبادت کی اقسام :

جب آپ نے ان قواعد اور اصولوں کو پہچان لیا تو آپ یہ بھی جان لیں کہ اللہ نے عبادت کو کئی اقسام میں منقسم فرمایا ہے۔ کچھ ان میں اعتقادی ہیں جو دین کی بنیاد ہیں۔ مثلاً اس بات کا اعتقاد رکھے کہ وُہ یقینی طور پر اس کا رب، ہے۔ پیدائش اور امر کے معاملہ پر اس کا مکمل کنٹرول ہے۔ نفع و نقصان پر اسے مکمل دسترس ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں کسی کو سفارش کرنے کی ہمت نہیں ہوگی۔ وُہ ایسا معبود نہیں کہ غیر کو اپنی عبادت میں شامل کرے کیونکہ یہ الوہیت کے لوازم میں سے ہے۔ کچھ عبادتیں زبانی ہوتی ہیں جیسے کلمۂ توحید کا زبان سے اقرار کرنا۔ تو جو شخص مذکورہ کلمہ کا اعتقاد رکھتا ہے۔ لیکن زبان سے نہیں کہتا تو اس کی جان و مال کی حفاظت نہیں ہوگی، وُہ شخص ابلیس کی مانند ہوگا کیونکہ وُہ توحیدِ ربانی کا قائل ہے بلکہ اس کا اقرار بھی کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کے متعلق ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ہاں البتہ اس نے اللہ کے حکم سے سرتابی کی، جس کی بناء پر اس پر کفر کا فتویٰ صادر ہو گیا۔ جو شخص زبان سے کلمۂ توحید پڑھتا ہے لیکن اس کے مطابق اس کا عقیدہ نہیں تو اس کی جان و مال مسلمانوں پر حرام ہیں۔ اور اپنے اندرونی نفاق کا اللہ کے ہاں جوابدہ ہوگا۔ ایسا شخص منافقوں کے زمرہ میں شمار ہوگا اور اس پر منافقوں کے مطابق احکام نافذ ہوں گے۔

- بدنی عبادات جیسے نماز میں قیام، رکوع اور سجدہ وغیرہ۔ روزہ اور حج کے افعال بھی اسی عبادت میں شمار ہیں۔

مالی عبادات جیسے اللہ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اپنے مال سے کچھ متعین حصہ اللہ کی راہ میں دینا۔ پھر مالی اور بدنی عبادات میں سے کچھ امور واجب ہیں اور کچھ مستحب۔ مالی، بدنی اور قولی عبادات میں واجبات اور مستحبات بے شمار ہیں لیکن ان کی بنیاد ان مذکورہ بالا امور پر ہے۔

جب ان امور سے آپ کو آگاہی ہو گئی تو آپ یہ بھی جان لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اول سے آخر تک تمام انبیاء کو اس لیے بھیجا تھا تاکہ لوگوں کو اس امر کی دعوت دیں کہ اللہ کی عبادت میں اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرائیں۔ وہ صرف اس لیے نہیں تشریف لاتے تھے کہ لوگوں کو بتائیں کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں جو تخلیقی امور میں اس کا معاون اور مددگار ہو۔ کیونکہ اس کا تو وہ اقرار کرتے تھے اور اس بات کو تسلیم کرتے تھے، جیسا کہ ہم گزشتہ سطور میں ثابت کر چکے ہیں۔ اسی لیے وہ اپنے پیغمبر سے کہتے تھے کہ:

"اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ۔" (اعراف ع ۹)

"کیا تو ہمیں اس بات پر لگانا چاہتا ہے کہ اپنے تمام بتوں کو چھوڑ کر صرف اللہ کی عبادت کریں؟"

پیغمبروں سے اُن کی مخالفت صرف اس بات پر تھی کہ "صرف اللہ کی عبادت کرو۔" وہ اللہ کی ذات کے منکر نہیں تھے اور نہ اس بات سے انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ عبادت کے لائق ہے بلکہ وہ تو اقرار کرتے تھے کہ اللہ کی ذات لائق عبادت ہے۔ ان کو انبیاء سے صرف اس بات میں اختلاف تھا کہ انبیاء انہیں کہتے تھے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو جبکہ وہ اللہ کی عبادت میں اور لوگوں کو شریک کرتے تھے اور اُن کو معبود سمجھتے تھے جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

"فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ!" یعنی "تمہیں اس بات کا علم ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ پھر تم اللہ کا شریک کیوں بناتے ہو!"

جب وہ حج کرتے تو تلبیہ یوں پڑھتے،

"لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ!"

"میں حاضر ہوں! الٰہی تیرا کوئی شریک نہیں، لیکن ایک شریک ہے جو اپنے آپ پر اختیار نہیں رکھتا اس کا بھی تو مالک ہے!"

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اُن کا تلبیہ سنتے تو فرماتے، "جب یہ لوگ " لَا شَرِيْكَ لَكَ " کہتے ہیں تو اللہ کی توحید کا اقرار کرتے ہیں۔ کاش! وہ اس سے اگلا کلمہ " اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ " نہ کہتے!"

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کو مانتے تھے لیکن اس کے ساتھ اور لوگوں کو اس کے

شریک بناتے تھے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مشرکوں کو مخاطب کر کے فرمائے گا:

" اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ؟ " (القصص:۶۲)

" میرے جو تم نے شریک بنائے ہوئے تھے اُن کو بلاؤ تو سہی وہ کہاں ہیں؟"

ایک اور مقام پر فرمایا:

" وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ "

(القصص:۶۴)

" اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرمائے گا، تم نے جو میرے شریک بنا رکھے تھے اُن کو بلاؤ، وہ اُن کو پکاریں گے لیکن وہ ان کو کوئی جواب نہ دیں گے"

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے اپنے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

" قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ " (الاعراف ۱۹۵)

" آپ ان مشرکوں سے کہیں کہ تم نے جو اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں، ان سب کو بلا لو۔ پھر میرے ساتھ جو داؤ کرنا چاہتے ہو کر و اور مجھے مہلت مت دو۔"

تو ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا شریک تو بناتے تھے لیکن اللہ کی ذات کے منکر نہیں تھے۔ وہ بتوں کو خدا نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کی عبادت، ان کے سامنے خشوع خضوع کا اظہار اور ان کے پاس قربانی کے جانور اس لیے ذبح کرتے تھے تاکہ وہ ان کو اللہ کے مقرب بنا دیں اور ان کی اللہ کے ہاں سفارش کریں۔ اور بس کیونکہ وہ اس پر اعتقاد رکھتے تھے کہ ان کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور یہ اس کے ہاں سفارش کرتے ہیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو لوگوں کی طرف اس لیے بھیجا تاکہ ان کو اللہ کی عبادت کے ماسوا ہر شے کی عبادت سے روک دیں اور لوگوں کو بتلا دیں کہ اللہ کے شریک بنانے کے متعلق ان کا عقیدہ سراسر غلط اور باطل ہے۔ یہ عقیدہ صرف اللہ رب العزت کے متعلق ہونا چاہیے۔ اسی کا نام توحیدِ عبادت ہے۔ توحیدِ ربوبیت کے تو وہ قائل تھے جیسا کہ

چوتھے اصول میں ذکر ہو چکا ہے کہ اللہ ہم سب کا پیدا کرنے والا ہے۔

پیغمبروں کی دعوت:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ توحید جس کی حضرت نوح سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاءؑ نے دعوت دی، حج د ن کی توحید ہے۔ اسی لیے اللہ کے رسول اُن سے کہتے تھے:

" اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ "

" تم اللہ کے ماسوا کسی کی عبادت مت کرو۔"

" اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔"

" تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی بادت کے لائق نہیں!"

بعض مشرک ایسے تھے جو فرشتوں کو پکارتے تھے اور مصائب و شدائد کے موقعہ پر ان سے درخواستیں کرتے تھے، کچھ پتھروں کے پجاری تھے اور دُکھ درد کے موقعہ پر ان کو پکارتے تھے۔

اندریں حالات اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ ان کو ایک اللہ کی دعوت دیں اور یہ کہ صرف اسی کی عبادت کریں جیسے ربوبیت میں، یعنی زمین و آسمان کا رب ہونے میں اسی کا اقرار کرتے تھے۔ اسی طرح کلمہ " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ " میں اسے خالص کریں اس کے معانی پر اعتقاد رکھتے ہوئے اس کے مقتضیات کے مطابق عمل کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو مت پکاریں:

چنانچہ فرمایا:

" لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ۔ الآیۃ (الرعد: ۱۴)

" اللہ کو پکارنا تو برحق ہے لیکن جو لوگ اس کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں تو وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتے۔"

" وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔" (المائدۃ: ۲۳)

" اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو۔"

یعنی ایمان باللہ کی تصدیق کی شرط یہ ہے کہ اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کیا جائے اور توکل صرف اسی ذاتِ اقدس پر کیا جائے کہ دُعا اور استغفار اللہ کے لیے خاص ہیں۔ اللہ نے اپنے

بندوں کو حکم فرمایا کہ وُہ یوں کہیں "اِيَّاكَ نَعْبُدُ" "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" اس کلمہ کے قائل کی تصدیق اس وقت ہو گی جب وُہ اپنی تمام عبادت اللہ کے لیے خاص کرے ورنہ وُہ اپنے بیان میں جھوٹا ہو گا اور اسے ایسا کلمہ کہنے کی اجازت نہ ہو گی۔ کیونکہ اس کے معانی یہ ہیں کہ ہم تجھ کو عبادت میں خاص کرتے ہیں۔ اللہ کے ارشاد "فَاِيَّایَ فَاعْبُدُوْنِ" اور "فَاِيَّایَ فَاتَّقُوْنِ" یعنی میری ہی عبادت کرو اور صرف مجھی سے ڈرو" کا یہی مطلب ہے جیسا کہ علم بیان سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور غیر اللہ سے مت ڈرو جیسے کشاف میں مذکور ہے تو اس کی توحیدِ عبادت کی تکمیل اس وقت ہو گی جبکہ دکھ سکھ میں ہر قسم کی ندا اور دُعا اللہ کے لیے ہو۔ یعنی صرف اللہ سے مدد طلب کی جائے، اسی سے پناہ حاصل کی جائے، اسی کی نذر مانی جائے اور اس کے نام کی قربانی دی جائے عبادت کی تمام اقسام خضوع و خشوع، قیام، اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار، رکوع، سجود، طواف، حلق و تقصیر وغیرہ، تمام امور اللہ کے لیے کئے جائیں۔ جو شخص ان امور میں سے کوئی امر اللہ کی مخلوق کے لیے کرتا ہے، خواہ وُہ زندہ ہو یا مُردہ یا جمادات وغیرہ ہو تو ایسا شخص شرک فی العبادت کا ارتکاب کرتا ہے۔ جس کے لیے وُہ یہ کام کرے گا وُہ اس کا الٰہ مقصود ہو گا اور وُہ اس کا عبادت کنندہ شمار ہو گا خواہ وُہ فرشتہ ہو یا نبی، کوئی ولی ہو یا کوئی درخت یا قبر ہو، زندہ ہو یا مُردہ۔ تو اس عبادت سے یا اس قسم کی دیگر عبادات سے اس کا عبادت کنندہ شمار ہو گا، خواہ وُہ زبان سے اللہ کی ذات کا اقرار کرے اور اس کی عبادت کرے۔ کیونکہ مشرکوں کا اللہ کا اقرار کرنا اور ان کے ذریعے اسی کا قرب حاصل کرنا انہیں مشرک ہونے سے خارج نہیں کر سکتا اور اُن کے خون بہانے اور اُن کے بچوں کو قید کرنے اور اُن کا مال لُوٹنے سے بچا نہیں سکتا۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ"

"میرے جو شریک بنائے جاتے ہیں، میں اُن کے شرک سے بیزار ہوں اور بے احتیاج ہوں۔"

اللہ تعالیٰ ایسا کوئی عمل قبول نہیں فرماتے جس میں شرک کی آمیزش ہو تو جو شخص اللہ کی عبادت کے ساتھ غیر کی عبادت کرتا ہے تو وُہ درحقیقت اللہ کی ذات پر ایمان ہی نہیں لایا۔

توحیدِ عبادت کے بغیر توحیدِ ربوبیت بے سُود ہے:

جب یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ گئی کہ مشرک لوگ جو اللہ کا اقرار کرتے ہیں تو وہ ان کے لیے سُود مند نہیں کیونکہ وُہ اللہ کی عبادت میں شرک کرتے ہیں اور اُن کی یہ عبادت اللہ کے ہاں ان کے کسی کام نہیں آئے گی۔ وُہ ان کی عبادت یُوں کرتے ہیں کہ وُہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بت وغیرہ ان کو نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہیں اور ان کے ذریعے ان کو اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور یہ اللہ کے ہاں اُن کی سفارش کرتے ہیں۔ بنا۔ بریں ان کے لیے قربانیاں کرتے ہیں، ان کے آثار کے گرد طواف کرتے ہیں، وہاں پر نذریں پُوری کرتے ہیں۔ ان کی خدمت میں دست بستہ عاجزی اور انکسار سے کھڑے ہوتے ہیں اور اُن کو سجدہ کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی ربوبیت اور خالقیت کا اقرار کرتے اور کہتے ہیں اللہ ہمارا خالق اور پروردگار ہے۔ لیکن جب انہوں نے اس کی عبادت میں شرک کیا تو اللہ نے ان کو مشرک قرار دیا اور ان کا ربوبیت اور خالقیت کا اقرار کسی کام نہ آیا کیونکہ ان کا یہ فعل اس اقرار کے منافی ہے۔ بنا۔ بریں صرف توحیدِ ربوبیت کا اقرار کرنا اس کے لیے کافی اور سود مند نہ ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص توحیدِ ربوبیت کا قائل ہے اسے عبادت میں بھی اللہ کو منفرد تسلیم کرنا چاہیے۔ اگر اس کا اقرار نہیں کرے گا تو اس کا پہلا اقرار بے سُود ہوگا۔ یہ لوگ۔ جب عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوں گے تو خود اقرار کریں گے:

• تَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ - إِذْ نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ؁ (الشعراء: ۹۷، ۹۸)

"وُہ (اپنے معبودوں سے مخاطب ہو کر کہیں گے) بخدا! جب ہم نے تم کو رب العالمین کی ذات کے برابر تصور کیا تو اس وقت ہم واضح گمراہی میں تھے۔"

حالانکہ وُہ ان کو تمام وجوہ سے اللہ کے برابر نہیں سمجھتے تھے نہ اُن کو رازق مانتے تھے اور نہ اُن کو خالق تصور کرتے تھے لیکن جہنم کے گڑھے میں گرنے کے بعد اُن کو معلوم ہوگا کہ ہم توحیدِ عبادت میں شرک کی ملاوٹ کے باعث جہنم کا ایندھن بن گئے اور اس کی وجہ سے اللہ نے ان سے ایسا سلوک کیا جیسا کہ بتوں کو خدا کے برابر سمجھنے والے کے ساتھ کیا۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

• وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ؁ (یوسف: ۱۰۶)

"ان میں سے اکثر لوگ، جو اللہ کا اقرار کرتے ہیں (یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ نے انکو پیدا کیا اور زمین و آسمان کا خالق بھی وہی ہے، اس کے باوجود) مشرک ہیں (کیونکہ وُہ بتوں کی پُوجا کرتے ہیں)۔"

بلکہ اللہ نے اپنی اطاعت میں ریا کاری کو بھی شرک سے تعبیر فرمایا۔ حالانکہ ریاکار اللہ کا بندہ ہے کسی اور کا نہیں مگر اس نے اپنی عبادت کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں اپنا مرتبہ حاصل کرنا چاہا ہے۔ بنا بریں اس کی عبادت درجۂ قبولیت حاصل نہیں کر سکتی۔ اور اِسے شرک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں مذکور ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

" اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيهِ مَعِيَ غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ " (مشکوٰۃ، ص ۴۵۴)

"میں کسی شریک کا محتاج نہیں۔ جس شخص نے ایسا عمل کیا کہ اس میں میرے ساتھ کسی غیر کو شریک کیا تو میں اس کی اور اس کے شرکیہ عمل کی پرواہ نہیں کرتا یعنی اس کا عمل قبول نہیں کرتا۔"

اللہ تعالیٰ نے عبدالحارث نام رکھنے کو شرک سے تعبیر فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا:

" فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا " (الاعراف: ۱۹۰)

کہ "جب اللہ نے حضرت آدم اور حضرت حوّاء کو لڑکا عطا کیا تو انہوں نے اس میں شرک کیا۔ یعنی لڑکے کا نام عبدالحارث رکھا۔" —

چنانچہ امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت سمرہؓ کی روایت سے بیان کیا ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت حوا کا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہتا تھا۔ جب وہ ہوتیں تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم جب تک اس کا نام عبدالحارث نہیں اس وقت تک تمہارا کوئی بچہ زندہ نہیں رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے شیطان کی بات بچے کا نام عبدالحارث رکھا۔ یہ شیطانی امر تھا جسے انہوں نے مان لیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھنے کو شرک سے تعبیر فرمایا کیونکہ ابلیس کا نام حارث ہے اور عبدالحارث کے معنی "شیطان کا بندہ" ہوا۔

یہ واقعہ دُرِ منثور وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔

غیر اللہ کو نفع و نقصان پر قادر سمجھنا شرک ہے!

اس تمام بحث سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ جو شخص کسی درخت، پتھر، قبر، فرشتہ اور جن وغیرہ زندہ یا مُردہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وُہ اس کو نفع پہنچانے پر قادر ہے اور اس کا نقصان بھی کر سکتا ہے، وُہ اسے اللہ کے قریب کرتا ہے یا اس کے ہاں اس کی کسی دُنیوی حاجت کی سفارش کرتا ہے اور صرف اس کی سفارش سے اللہ کام کرتا ہے اور وُہ اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنتے ہیں تو ایسا آدمی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اور ان کا یہ عقیدہ مشرکانہ ہے جیسے مشرک لوگ بتوں کے متعلق یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح جو شخص کسی مردہ یا زندہ کے لیے اپنے مال یا اولاد کی نذر مانتا ہے یا اس سے ایسی چیز طلب کرتا ہے جو غیر اللہ سے طلب کرنا جائز نہیں۔ جیسے کسی بیماری کی صحت کے لیے یا کسی غائب کے حاضر ہونے کے متعلق یا کسی مطلب براری کی خاطر، تو یہ سراسر شرک ہے۔ بتوں کی پُوجا کرنے والے اسی شرک میں مبتلا تھے۔

قبر پر قربانی کا حکم!

کسی میت پر مال کی نذر ماننا اور قبر پر قربانی کرنا، اس سے وسیلہ پکڑنا اور اس سے حاجت روائی کا سوال کرنا، یہ سب وُہی کام ہیں جو دورِ جاہلیت میں مشرک کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ان کا نام "وثن" اور "صنم" رکھا ہُوا تھا۔ لیکن آج اہل قبور ان کو ولی تصور کرتے ہیں اور ان کی قبروں کو مزارات سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ نام تبدیل کرنے سے کسی شے کی ماہیت اور حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ اس کے لغوی، عقلی اور شرعی معانی میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ کیونکہ جو شخص شراب پیتا ہے اور اسے پانی سے تعبیر کرتا ہے تو وُہ حقیقتاً شراب ہی پیتا ہے اور اس کا عذاب شراب خور سے کم نہیں ہو گا، بلکہ ممکن ہے اس کے عذاب میں اضافہ ہو، کیونکہ اس نے نام تبدیل کر کے دھوکا، فریب اور جھوٹ سے کام بھی لیا ہے

کسی شے کا نام بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی!

احادیث میں مذکور ہے کہ ایک ایسی قوم آئے گی جو شراب پئیں گے اور اس کا نام تبدیل کر دیں گے۔ چنانچہ آج فاسقوں کا ایک گروہ ایسا ہے جو شراب کا عادی ہے لیکن اسے نبیذ کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ سب سے پہلا شخص جس نے سامعین کو خوش کرنے کے لیے ایسا نام تبدیل کیا، جو اللہ کی ناراضگی کا موجب ہُوا، شیطان تھا۔ اس نے حضرت آدمؑ سے کہا:

"يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَا يَبْلَىٰ" (طٰہٰ: ۱۲۰)

"اے آدم، آؤ میں تمہیں ایک ایسا درخت بتاؤں جس کا پھل کھانے سے ابدی اور دائمی زندگی ملتی ہے اور ایسا ملک ملتا ہے جسے کبھی زوال نہیں آئے گا"

تو اس نے اس درخت کا نام جس کے پاس آنے سے اللہ تعالیٰ نے روکا تھا، "شجرۃ الخلد" رکھا، تاکہ اس کی طبیعت کو اس نام کے ساتھ، جو اس نے اختراع کیا تھا، مائل کر سکے اور اس کو دھوکا اور فریب دینے اور اس کے دل میں تحریک پیدا کرنے کے لیے اس نے اسے ایجاد کیا جیسے اس کے دیگر بھائی جو بھنگی اور پوستی ہیں: بھنگ کو فرحت و سرور کا گھونٹ کہتے ہیں۔ جیسے جور و جفا کے خوگر جو لوگوں کے مال پر ظلم و زیادتی سے قبضہ کرتے ہیں، اس کا نام ادب رکھتے ہیں۔ وہ کسی کا نام قتل کا ادب، کسی کا چوری کا ادب اور کسی کا نام تہمت کا ادب رکھتے ہیں۔ وہ ظلم کو ادب سے تعبیر کرتے ہیں جیسے بعض لوگ مقبوضہ مال کو نفع سے تعبیر کرتے ہیں، بعض اسے کمیشن کہتے ہیں اور بعض اسے ناپنے اور تولنے کا ادب کہتے ہیں۔ لیکن یہ تمام امور اللہ کے نزدیک ظلم و زیادتی ہیں۔ جیسا کہ کتاب وسنت سے معمولی سی واقفیت رکھنے والا مسلمان جانتا ہے کہ یہ تمام باتیں ابلیس لے ان کو سکھلائی ہیں۔ جس نے "شجر ممنوعہ" کو "شجرۃ الخلد" سے تعبیر کیا تھا۔

مزار، صنم اور وثن کا دوسرا نام ہے:

اسی طرح کسی کی قبر کو مشہد یا مزار کہنے اور قبر کے مردہ کو ولی تصور کرنے سے اسے صنم اور وثن کے حکم سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں جیسا کہ مشرک لوگ بتوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ وہ ان کے گرد یوں طواف کرتے ہیں۔ جیسے حاجی لوگ بیت اللہ کے گرد طواف کرتے ہیں اور اسے یوں بوسہ دیتے ہیں جیسے وہ ارکان بیت اللہ کو بوسہ دیتے ہیں اور میت کو ایسے کلمات سے مخاطب کرتے ہیں جو کفریہ ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ "یہ کام کرنا تیرے اور اللہ کے ذمہ ہے" جب کسی مصیبت کے بھنور میں پھنس جاتے ہیں تو ان کا نام لے کر پکارتے ہیں اور ہر ملک کے لوگوں کے لیے کوئی نہ کوئی ایسا آدمی ہوتا ہے جسے وہ پکارتے ہیں۔ چنانچہ اہلِ عراق اور اہل ہند شیخ عبدالقادر جیلانی کو پکارتے ہیں، اور اہل تہامہ کے لیے ہر شہر میں ایک ایک میت ہے جسے وہ پکارتے ہیں۔ وہ "یا زیلعی" اور "یا ابن العجیل" وغیرہ کے نعرے لگاتے ہیں۔ اہلِ مکہ اور اہلِ طائف ابن عباس کو پکارتے تھے۔ اہلِ مصر "یا رفاعی" اور "یا بدوی" کا نعرہ لگاتے تھے۔ اہلِ جبال "یا ابا طیر" اور اہل یمن "یا ابن علوان" کا نعرہ لگاتے تھے۔

چنانچہ ہر شہر میں کوئی نہ کوئی ایسا مُردہ ہوتا ہے جسے وُہ پکارتے، اس سے فریاد رسی کی درخواست کرتے اور اس سے امید رکھتے ہیں کہ وُہ ان کی تکلیف کو رفع کریں گے اور انہیں راحت و سکون پہنچائیں گے۔ ان لوگوں کے کام بعینہٖ ان مشرکوں جیسے ہیں جو وُہ بتوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

مزارات پر اللہ کے نام کی قربانی:

اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے اسے اللہ کے لیے قربانی دی ہے اور اس پر اسی کا نام لیا ہے تو آپ ان سے دریافت کیجئے، کہ اگر تم نے اللہ کے نام پر قربانی دی ہے تو پھر تم نے اپنی قربانی بابِ مشہد کے پاس لے جاکر اور وہاں پر ذبح کرنے کو افضل سمجھ کر کیوں قربانی دی؟ کیا اس سے تمہارا مدعا اس کی تعظیم کرنا تھا؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو تمہاری یہ قربانی غیر اللہ کے نام پر ہوگئی بلکہ تم نے غیر اللہ کو، اللہ کا شریک بنا دیا۔ اگر آپ کا ارادہ اس کی تعظیم کرنا نہیں ہے تو کیا آپ بابِ مشہد کو گندگی اور نجاست سے آلودہ کرنا چاہتے ہیں، کیوں کہ وہاں پر لوگ جمع ہوں گے اور اُن سے گندگی اور نجاست پھیلے گی۔ آپ خود جانتے ہیں کہ آپ کا یہ ارادہ ہرگز نہیں، بلکہ آپ کی مراد تو پہلے معانی ہیں پھر اسی طرح ان کا اس کو پکارنا بھی ہے۔ یہ ایسے امور ہیں جن کے شرک ہونے میں ذرہ بھر شائبہ نہیں۔

فاسقوں کے متعلق دستگیری کا عقیدہ:

کچھ لوگ بعض زندہ فاسق و فاجر لوگوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مصائب و شدائد کے موقعہ پر وُہ ان کی دستگیری کرتے ہیں۔ چنانچہ امن و سکون کا زمانہ ہو یا کرب و بلا کا دور، وُہ ان فاسقوں اور فاجروں کو پکارتے رہتے ہیں۔ حالانکہ وُہ افعالِ شنیعہ اور امورِ قبیحہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جہاں اللہ نے ان کو حاضر ہونے کا حکم فرمایا ہے وہاں حاضر نہیں ہوتے۔ جمعہ اور نمازِ باجماعت میں کبھی حاضر نہیں ہوتے۔ وُہ کسی بیمار کی عیادت کرتے ہیں نہ کسی کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں۔ اکلِ حلال کی کبھی تلاش نہیں کرتے۔ وُہ اپنے آپ کو متوکل کہتے ہیں اور علمِ غیب کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ ابلیس ان کے پاس اپنی ایک جماعت بھیجتا ہے جو ان کے دلوں پر پُوری طرح چھا جاتے ہیں۔ وُہ ان کے نعروں کی تصدیق کرتے ہیں اور وُہ ان کی تعظیم کرتے ہیں، اور ان کو رب العالمین کے شریک ٹھہراتے ہیں۔ افسوس ان کی عقل کہاں گئی، ان کی شریعت کہاں گئی کہ ان کو اتنا بھی علم نہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر جن کو یہ پکارتے ہیں وُہ ان کی مثل بندے ہیں۔

سوال: اگر آپ یہ سوال کریں کہ کیا یہ لوگ جو اولیاء کی قبور اور فاسق لوگوں کے متعلق ایسا عقیدہ رکھتے ہیں۔ کیا یہ ایسے مشرک ہیں جیسے بتوں کے متعلق عقیدہ رکھنے والے تھے؟

جواب:

تو میں کہتا ہوں ہاں۔ کیونکہ ان لوگوں نے بھی ایسے کام کیے جو ان لوگوں نے کیے اور یہ امور شرکیہ میں ان کے برابر ہو گئے۔ بلکہ ایسا فاسد عقیدہ رکھنے اور ان کے مطیع ہونے اور عبادت کرنے میں ان سے بھی چند قدم آگے نکل گئے تو ان میں کوئی فرق نہیں۔

سوال: اگر آپ یہ کہیں کہ اہل قبور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کا کوئی شریک نہیں بناتے، ہم تو اولیاء کی قبروں پر جا کر اللہ کی بارگاہ میں دعا اور التجا کرتے ہیں اور اسے شرک سے تعبیر کرنا ناروا ہے؟

جواب:

تو میں کہتا ہوں، وہ منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔ یہ ان کی سراسر جہالت ہے۔ درحقیقت انہیں شرک کے مفہوم سے آگاہی نہیں، کیونکہ اولیاء کی قبور پر جا کر ان کی تعظیم کرنا، وہاں پر دعائیں کرنا اور قربانیاں کرنا شرک ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" یعنی اللہ کے لیے قربانی کرو اور اس کے ماسوا کسی کی قربانی مت کرو۔ جیسا کہ ظرف کی تقدیم اس پر دلالت کرتی ہے۔ نیز اللہ کا فرمان ہے:

"فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا" (الجن: ۱۸)

"تم اللہ کا کسی کو شریک مت ٹھہراؤ"

آپ پہلے جان چکے ہیں جیسا کہ ہم نے گزشتہ سطور میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ریاکاری کو بھی شرک سے تعبیر فرمایا ہے تو پھر جس کے متعلق ہم نے ذکر کیا ہے اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ اور جو کچھ یہ لوگ اپنے اولیاء کی خاطر کرتے ہیں وہی کام مشرک کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان پر مشرک ہونے کی مہر ثبت ہو گئی۔ ان کا یہ کہنا کہ ہم اللہ کا کسی کو شریک نہیں بناتے اس کی کچھ وقعت نہیں، کیونکہ ان کا فعل ان کے قول کی تکذیب کرتا ہے۔

سوال: اگر کوئی یہ کہے کہ وہ تو جاہل ہیں اور ان کو اس بات کا علم ہی نہیں کہ وہ اپنے اس کام کی وجہ سے مشرک ہیں؟

جواب: تو میں کہتا ہوں، فقہاء نے کتب فقہ "باب الردۃ" میں ذکر کیا ہے کہ جو شخص

کلمۂ کفر کہتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے خواہ اس کے معانی اور اس کا مفہوم اس کے پیشِ نظر نہ ہو اور یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اسلام کی حقیقت اور توحید سے آگاہ نہیں۔ تو اس صورت میں حقیقتاً کافر ہوئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی عبادت کو فرض قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور یہ عبادت اللہ کے لیے خالص کریں، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

• وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ (البینۃ: ۵)

"ان کو تو یہی حکم ملا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں اور یہ عبادت اسی کے لیے خالص ہو، اس میں کسی کو شریک نہ کریں۔"

جو شخص اللہ تعالیٰ کو، رات دن اعلانیہ طور پر اور پوشیدہ طور پر اس سے ڈرتا ہوا اور اس کی رحمت کی امید کرتا ہوا پکارتا ہے، پھر اس کے ساتھ کسی اور کو بھی پکارتا ہے تو وہ اللہ کی عبادت میں شرک کرتا ہے کیونکہ دعا بھی عبادت ہے: اللہ نے اسے عبادت سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

"اُدْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۔ (المؤمن ۶۰)

"تم مجھے پکارو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔"

اس کے بعد فرمایا:

" إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۔ (ایضاً)

" جو لوگ میری عبادت سے انکار کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔"

سوال: اگر آپ یہ کہیں کہ ایسی صورت میں ان مشرکوں کے خلاف جہاد واجب ہے اور ان سے ایسا سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں سے کیا تھا؟

جواب:

میں کہتا ہوں، اہلِ علم کی ایک جماعت کا یہی نظریہ ہے۔ وہ کہتے ہیں، سب سے پہلے ان کو توحید کی دعوت دی جائے اور اس بات کی وضاحت کی جائے کہ جن کے متعلق وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مصائب و شدائد کے موقع پر وہ ان کے کام آئیں گے اور ان کی دستگیری کریں گے وہ اللہ کے ہاں ان کے کسی کام نہیں آئیں گے اور وہ جو ان کی مانند عاجز اور بے اختیار ہیں، ان

کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ وُہ ان کے کام آئیں گے، شرک ہے۔ ایمان کی تکمیل اس وقت ہوگی جب انسان اس قسم کے شرک سے باز آنے اور توبہ کرے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو کچھ لائے ہیں اس کی پیروی کرے اور اعتقادی اور عملی طور پر ایک اللہ کا اقرار کرے۔ یہ کام علماء کی ذمہ داری ہے کہ وُہ لوگوں کو بتلائیں کہ یہ اعتقاد جس کی وجہ سے لوگ قبروں پر جاکر قربانیاں دیتے، منتیں مانتے اور طواف کرتے ہیں، یہ وہی شرک ہے جو بتوں کے پجاری بتوں کے متعلق عقیدہ رکھتے تھے۔ جب علماء اور ائمہ بادشاہوں کے سامنے اس کی وضاحت کریں تو ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وُہ دُور دراز علاقوں میں ایسے داعی بھیجیں جو خالص توحید کی دعوت دیں۔ تو جو شخص ان کی دعوت پر توحید کا اقرار کرے، اس کی جان و مال اور اولاد کی حفاظت مسلمانوں پر واجب ہوگی۔ لیکن اگر وُہ شرک پر اصرار کرے تو اللہ نے اس کی ہر وُہ چیز مسلمانوں کے لیے مباح قرار دی ہے۔ جیساکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کی اشیاء مباح قرار دی تھیں۔

سوال: اگر کوئی یہ سوال کرے کہ استغاثہ حدیثوں سے ثابت ہے کیونکہ یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ قیامت کے روز لوگ ابوالبشر حضرت آدمؑ کے پاس آئیں گے، تاکہ ان کی سفارش کریں، لیکن وُہ اس سے انکار کریں گے، پھر لوگ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے پاس آئیں گے لیکن یکے بعد دیگرے سب سفارش کرنے سے انکار کریں گے۔ سب سے آخر میں لوگ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کریں گے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ غیر اللہ سے استغاثہ جائز ہے۔

جواب: یہ دھوکا اور فریب ہے۔ کیونکہ اللہ کی مخلوق سے ایسا استغاثہ جس پر وُہ قادر ہے کوئی انکار نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں جو اسرائیلی اور قبطی کے ساتھ پیش آیا، فرمایا:

- فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ (القصص۔ ۱۵)

"جو حضرت موسیٰؑ کی قوم کا آدمی تھا، اس نے حضرت موسیٰؑ سے امداد طلب کی تاکہ اس کا دشمن زیر ہو جائے"

یہاں تو بات صرف اہلِ قبور سے استغاثہ کی ہے یعنی لوگ جو اپنے فوت شدگان سے ایسے امور کا مطالبہ کرتے ہیں جن کے کرنے پر وُہ قادر نہیں، جن پر صرف اللہ تعالیٰ کا کنٹرول

ہے اور یہ اسی کی مشیت میں ہیں جیسے کسی مریض کو صحت عنایت کرنا وغیرہ۔ اس سے زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ قبر پرست اور ان کے ہم خیال اپنی اولاد میں ان فوت شدگان کے لیے حصہ مقرر کرتے ہیں اگر وہ زندہ رہے اور بعض تو ماں کے پیٹ میں ہی بچے کو خرید لیتے ہیں تاکہ وہ زندہ رہے۔ اور ایسے ایسے بُرے کام کرتے ہیں جن کو دیکھ کر مشرک بھی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔

مجھے کسی آدمی نے خبر دی، جو اہلِ قبور کے نذرانے وصول کرنے پر متعین تھا کہ کوئی آدمی کچھ سیم وزر لے کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا، یہ فلاں صاحب کی منت ہے اور اس کی نذر ہے۔ اس سے اس کی مراد قبر میں جو مدفون تھا۔ کہنے لگا یہ میری بیٹی کا نصف حق مہر ہے کیونکہ میں نے اس کا نکاح کر دیا ہے اور باقی نصف مہر کسی اور آدمی کو دے دیا ہے اور اس کی مراد کوئی اور قبر میں مدفون آدمی تھا۔ یہ مالی نذر ہے۔ اس کا ایک حصہ صاحبِ قبر کے لیے اس نے وقف کیا ہوا تھا۔ جیسا کہ کھیتی میں سے کچھ حصہ مشرک لوگ مقرر کرتے ہیں۔ اس کو وہ "نذرانہ" کہتے ہیں۔ چنانچہ اہلِ یمن اور بعض اور لوگ ایسے شرکیہ امور کرتے ہیں۔ یہ وہی شے ہے جو بتوں کے پجاری بتوں کے نام پر کرتے تھے اور یہ اللہ کے اس فرمان میں داخل ہے۔

"وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ" (النحل: ۵۶)

"جو ہم نے لوگوں کو رزق دیا، اس میں سے ایسے لوگوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں، جن کو وہ جانتے بھی نہیں۔"

ہاں البتہ قیامت کے روز لوگوں کا انبیاءؑ سے درخواست کرنا کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں دُعا کریں کہ بندوں کے حساب کتاب کا معاملہ وہ جلد ختم کرے تاکہ انہیں موقف کے ہول سے رہائی حاصل ہو، اس کے جائز ہونے کے متعلق کوئی شبہ نہیں۔ یعنی اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنے کے لیے بعض کا بعض کو پکارنا جائز ہے بلکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا جب وہ عمرہ کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلے:

"لَا تَنْسَنَا يَا أُخَيَّ فِي دُعَائِكَ"

"اے میرے بھائی، اپنے لیے جب دُعا کرو تو مجھے بھی یاد رکھنا۔"

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ مومنوں کے لیے بخشش کی دُعا کریں اور وہ یوں کہ:

"رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ" (الحشر: ۱۰)

"ہمارے پروردگار! ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ایمان کے ساتھ
اس دُنیا سے گزر گئے ہیں۔"

حضرت اُمِّ سلیم نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ اپنے خادم انس رضی اللہ عنہ کے حق میں دُعا فرمائیے:

جب رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس جہانِ فانی میں تشریف فرما تھے تو صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دُعا کرنے کی درخواست کرتے تھے۔ اس کے جواز میں کوئی شائبہ نہیں۔ ہاں البتہ قابلِ اعتراض اور مشکوک بات یہ ہے کہ قبر پرست مردوں سے طلب کرتے ہیں یا زندہ لوگوں سے ایسی درخواستیں کرتے ہیں جن کو اپنے نفع و نقصان کا اختیار نہیں جو زندگی اور موت کے معاملہ میں بے بس ہیں، جو مریض کا مرض دُور کرنے سے قاصر ہیں، جو بھاگے ہوئے غلام وغیرہ کو واپس لانے کی ہمت نہیں رکھتے، جو حمل کی حفاظت کرلے، کھیتی کو سرسبز و شاداب کرلے، مویشیوں کے تھنوں میں وافر دودھ پیدا کرلے اور کسی کو نظرِ بد لگنے سے محفوظ رکھنے کی ہمت نہیں رکھتے کیونکہ ان تمام امور پر اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے اور اس کے سوا ان پر کوئی قادر نہیں۔ ایسے ہی لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ " (الاعراف ۱۹۷)

" اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وُہ تمہاری مدد کرنے سے عاجز ہیں، وُہ تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔"

اسی مقام پر فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ " (الاعراف ۱۹۴)

" اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو، وُہ تم جیسے بندے ہیں (وُہ تمہاری مدد کیسے کر سکتے ہیں؟")

تو ایک بے جان سے کیونکر کچھ طلب کیا جاسکتا ہے یا ایسے جاندار سے، جس سے غیر ذی روح اچھا ہے، کیونکہ وُہ کسی بات کا مکلف نہیں، کیسے کچھ طلب کرنا جائز ہو سکتا ہے؟
یہی تو وُہ کام ہیں جو مشرک لوگ کیا کرتے تھے جن کا اللہ نے اپنی مقدس کتاب میں ذکر فرمایا ہے:

"وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا" (الانعام: ۱۳۶)

"مشرک لوگوں نے اللہ کی پیدا کردہ کھیتی اور مویشیوں میں سے کچھ اللہ کا حصّہ مقرر کیا ہوا تھا اور کچھ اُن لوگوں کے لیے جو انھوں نے اللہ کے شریک بنائے ہوئے تھے اور وُہ کہتے کہ یہ تو اللہ کا حصّہ ہے اور یہ ہمارے شرکاء کا ہے۔"

نیز فرمایا:

"وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ" (النحل: ۵۶)

"ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے مشرک لوگ ان لوگوں کا حصّہ مقرر کرتے ہیں جن کو وُہ جانتے ہی نہیں۔ بخدا! (قیامت کے روز) تم سے اس کی بازپرس ہوگی جو تم نے جھوٹ سے کام لیا۔"

یہ قبر پرست اور زندہ جاہل لوگوں کے متعلق حسن عقیدت کا اظہار کرنے والے اور اُن کی گمراہی کو درست تصور کرنے والے بعینہٖ مشرکوں کی راہ پر چل پڑے۔ ان لوگوں نے ان کے متعلق ایسا عقیدہ رکھا جو اللہ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں اور ان کے لیے اپنے مال کا ایک حصّہ مقرر کیا اور اپنے گھروں سے ان کی قبروں کی زیارت کی غرض سے نکلے اور قبروں کے گرد طواف کیا، قبروں کے پاس عاجزی اور انکسار سے قیام کیا، سختی اور مصیبت کے موقعہ پر ان کو پکارا اور ان کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان کے نام کی قربانی دی۔ یہ تمام عبادت کی اقسام ہیں جو میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ آیا ان کو کوئی سجدہ بھی کرتا ہے یا نہیں؟[1] لیکن ایسا کرنا اس سے کوئی بعید امر نہیں بلکہ مجھے ایک آدمی نے بتلایا، جو قابلِ اعتماد تھا، کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو بابِ مشہد کی دہلیز پر گرا ہوا ایک ولی کو سجدہ کر رہا تھا، وُہ اسے اس کی تعظیم اور ادب تصور کرتا تھا۔ نیز یہ لوگ ان کے نام لے کر قسمیں کھاتے ہیں۔ بلکہ جب کوئی شخص، جس سے قسم لینا مقصود ہو، اللہ کا نام لے کر قسمیں کھائے تو اُسے قبول نہیں کرتے۔ لیکن اگر کسی ولی یا بزرگ کے نام کی قسم اٹھائے تو اسے فوراً قبول کر لیتے ہیں

[1] آج کل تو یہ بیماری عام ہے۔ ہر پکی قبر کے سامنے مشرک لوگ اپنی جبین رگڑتے ہیں اور اسے بزرگوں کی تعظیم تصور کرتے ہیں۔ (الفلاح ۱۸۱)

اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ بتوں کے پجاری بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ" (الزمر ۴۵)

"جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے جب ان کے سامنے اللہ وحدہٗ لاشریک کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل تنگ ہوتے ہیں (یعنی ناک بھوں چڑھاتے ہیں) اور جب اللہ کے ماسوا اور لوگوں کا ذکر ہوتا ہے تو وُہ خوشی سے جامے میں پھُولے نہیں سماتے" ——— ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے:

"مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ۔"

"جو شخص قسم اٹھانا چاہے تو اللہ کی قسم اٹھائے یا پھر خاموش رہے"

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو لات کی قسم کھاتے ہوئے سنا آپ نے اسے ارشاد فرمایا "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" پڑھو۔

یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ وُہ لات کی قسم کھانے کی وجہ سے مرتد ہو گیا تھا۔ اسی لیے آپ نے اسے اپنے ایمان کی تجدید کا حکم فرمایا، کیونکہ وُہ کلمۂ توحید سے کفر کر چکا تھا۔

سوال:

اگر آپ کہیں کہ وُہ کفار کے برابر نہیں کیونکہ ان لوگوں نے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" پڑھا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم ہے جب تک وُہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" نہیں پڑھتے۔ جب یہ کلمہ پڑھ لیں تو ان کے جان و مال محفوظ ہو گئے، ہاں البتہ اگر اسلام کا کوئی حق ہے تو اس کی سزا دی جائے گی۔ اسامہ بن زیدؓ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا تھا "تو نے اسے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" پڑھنے کے بعد کیوں قتل کیا؟" اور یہ لوگ نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں لیکن مشرک ایسا کوئی کام نہیں کرتے۔

جواب:

میں کہتا ہوں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "[illegible] بِحَقِّهَا" فرمایا ہے۔ حق سے

مراد اللہ تعالیٰ کو الوہیت اور عبودیت میں ایک تسلیم کرنا ہے لیکن اہل قبور عبادت میں اللہ کو واحد تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ اور لوگوں کی عبادت کرتے ہیں۔ بدیں وجہ کلمۂ شہادت کا انہیں کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ کلمۂ شہادت اس شخص کو فائدہ دے گا جو اس کے معانی کے مطابق عمل کرے گا۔ یہود کے لیے بھی کلمہ سودمند نہ ہوا کیونکہ انہوں نے بعض انبیاء کے ماننے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح جس نے اللہ کے بھیجے ہوئے رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماسوا کسی اور کو رسول تسلیم کیا تو اسے بھی کلمۂ شہادت فائدہ نہیں دے گا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ بنو حنیفہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا اقرار کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے لیکن انہوں نے مسیلمہ کو نبی تسلیم کیا تو صحابہ کرامؓ نے ان سے جنگ کی اور ان کو قید کیا، تو اس آدمی کا کیا حال ہوگا جو کسی ولی کو الوہیت میں خاص کرتا ہے اور مشکل امور میں اسے پکارتا ہے؟

یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں کو آگ میں جلا دیا حالانکہ وہ زبان سے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھتے تھے۔ لیکن انہوں نے حضرت علیؓ کی شان میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا اور ان کے متعلق ایسا عقیدہ رکھا جیسا اہل قبور اور ان جیسے دیگر لوگوں کا عقیدہ تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے ان کیلئے ایسی سزا تجویز کی جو ان سے پہلے کسی نافرمان کو نہیں دی گئی۔ انہوں نے ان کیلئے گڑھے کھدوائے۔ پھر ان میں آگ جلائی جب آگ خوب روشن ہوئی تو ان کو گڑھوں میں پھینک دیا اور فرمایا۔

"میں نے جب برائی کو دیکھا تو اس کے مٹانے کیلئے آگ روشن کی اور اپنے غلام قنبر کو بلا کر حکم دیا کہ ان کو اس آگ میں پھینک دے۔"

ایک اور شاعر کہتا ہے۔

مجھے موت خواہ کہیں آجاتی کوئی پرواہ نہ تھی لیکن ان گڑھوں میں نہ آتی۔ جب انہوں نے گڑھوں میں آگ روشن کی تو مجھے موت کا یقین ہو گیا۔

یہ واقعہ فتح الباری اور دیگر کتب حدیث اور سیرت میں مذکور ہے اور امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا منکر ہے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے۔

خواہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہو، تو جو شخص اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے اس کے متعلق آپ کیا رائے

قائم کریں گے؟
- یہ علم بعثت اور رسالت کے منکر کا ہے۔ تو جو شخص اللہ کی عبادت میں اور اس کی الوہیت میں کسی کو اس کا شریک بناتا ہے، اس کا کیا حال ہو گا؟

سوال :

اگر آپ یہ کہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کا ایک آدمی کو قتل کرنا بُرا محسوس فرمایا کیونکہ اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت دی تھی جیسا کہ حدیث اور سیرت کی کتب میں مذکور ہے؟

جواب :

میں کہتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کافر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لے اس کی جان و مال مسلمانوں پر حرام ہو گئے حتیٰ کہ اس کی زبان سے ایسی بات سرزد نہ ہو جو اس قول کے خلاف ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

• یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا (النساء: ۹۴)

تو اللہ نے اس آیت میں حکم فرمایا ہے کہ جو کلمۂ توحید پڑھتا ہے اس کی تحقیق کرو۔ اگر وہ کلمہ پر پختہ نہ رہے تو صرف کلمہ پڑھنے سے اس کے جان و مال محفوظ نہیں ہوں گے! اسی طرح جو شخص توحید کا اظہار کرتا ہے، اس کے جان و مال کا نقصان کرنے سے رُکنا ضروری ہے، حتیٰ کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ کلمہ کے معانی کی مخالفت کرتا ہے۔ جب یہ بات واضح ہو جائے تو یہ کلمہ اس کے کسی کام نہیں آئے گا اسی لیے یہود اور خوارج کو یہ کلمہ سود مند نہ ہوا۔ حالانکہ وہ ایسی عبادت کرتے تھے کہ ان کے مقابلہ میں صحابہ کرامؓ اپنی عبادت کو حقیر تصور کرتے تھے بلکہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے قتل کرنے کا حکم فرمایا:

• لَئِنْ اَدْرَکْتُھُمْ لَاَقْتُلَنَّھُمْ قَتْلَ عَادٍ۔"

"اگر ایسے لوگ میرے زمانہ میں ہوتے تو اُن کو قومِ عاد کی طرح قتل کر دوں گا"

یہ اس لیے فرمایا کہ انہوں نے شریعت کے بعض احکام کی خلاف ورزی کی اور آسمان کے نیچے سب سے بڑے مقتول وہ تھے۔ جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے، تو معلوم ہوا کہ مجرد کلمۂ توحید شرک کے ثبوت سے مانع نہیں کیونکہ بعض اوقات مشرک ایسے کام کرتا ہے جو اس کلمہ کے خلاف ہوتے ہیں یعنی غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔

سوال: اگر آپ یہ کہیں کہ اہلِ قبور اور دیگر ایسے لوگوں جو زندہ فاسق و فاجر اور جاہل ہیں، کے متعلق حسنِ عقیدت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے، ہم تو صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں، ہم ان کی خاطر نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں نہ حج کرتے ہیں۔ ہم یہ تمام امور اللہ کے لیے کرتے ہیں؟

جواب:

تو میں کہتا ہوں، یہ عبادت کے مفہوم سے عدمِ واقفیت اور جہالت ہے کیونکہ میں نے جو ذکر کیا ہے، اس پر منحصر نہیں بلکہ اس کی جڑ، بنیاد اور اعتقاد ہے اور وہ ان کے دل میں قائم ہے بلکہ اس کو عقیدہ کہتے ہیں۔ وہ اس کے لیے ایسے کام کرتے ہیں جو آپ نے کبھی سنے تک نہیں، جو اعتقاد سے متفرع ہوتے ہیں مثلاً ان کا قبروں کے پاس جا کر دُعا کرنا اور صاحبِ قبر کو پکارنا اور اس کا وسیلہ پکڑنا اور اس سے استعانت اور استغاثہ وغیرہ کی درخواست کرنا، ان کے نام کا حلف اور نذر ماننا وغیرہ۔ علماء نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص اپنے لباس میں کفار کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور جو کلمۂ کفر بولتا ہے وہ بھی کافر ہو جاتا ہے، تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جو اعتقاداً، عملاً اور قولاً کفار کی مشابہت اختیار کرتا ہے؟

سوال: اگر کوئی یہ سوال کرے کہ قبروں کے پاس نذریں پوری کرنے اور قربانیاں دینے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ہر صاحبِ خرد اس بات سے آگاہ ہے کہ انسان کو اپنا مال بہت عزیز ہوتا ہے۔ وہ اسے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے خواہ کسی غلط اور ناجائز ذریعے سے ہی کیوں نہ ہو۔ وہ حصولِ سیم و زر کی خاطر زمین کا چپہ چپہ چھان مارتا ہے تو کوئی شخص اسی وقت تک اپنا مال خرچ نہیں کرتا جب تک اسے اس امر کا یقین نہ ہو جائے کہ اس سے اسے نفع حاصل ہو گا یا اس سے کسی نقصان کی تلافی ہو گی۔ تو قبر کی نذر ماننے والا اپنے مال کو قبر پر اس لیے خرچ کرتا ہے تاکہ اس کا کوئی نقصان نہ ہو یا اسے کچھ نفع حاصل ہو اور یہ اعتقاد غلط ہے۔ اگر نذر ماننے والے کو یہ علم ہو کہ جس اعتقاد سے وہ خرچ کر رہا ہے وہ غلط ہے تو وہ ایک درہم بھی خرچ نہ کرے کیونکہ مال و دولت انسان کو بہت عزیز ہوتا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"... وَلَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْهَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَکُمْ" (سورہ محمد: ۳۶: ۳۷)

"اللہ تم سے تمہارے مال نہیں مانگتا اگر وہ تم سے مانگے اور اصرار کرے تو تم بخل سے کام لوگے، اس صورت میں تمہاری بدنیتی اور بخل کو وہ ظاہر کر دے گا۔"

تو جو شخص ایسی نذر مانتا ہے اسے یہ بتلانا ضروری ہے کہ تم اپنے مال کو ضائع مت کرو اس کا تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور نہ اس سے کوئی مصیبت دور ہوگی۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"اِنَّ النَّذْرَ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْقَدْرِ شَیْئًا وَاِنَّمَا یُسْتَخْرَجُ مِنَ الْبَخِیْلِ۔"

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۹۷ بحوالہ بخاری ومسلم)

"نذر ماننے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ اس طریقے سے بخیل کا مال نکالا جاتا ہے۔"

ایسی نذر کو رد کرنا واجب ہے۔ اسے وصول کرنا حرام ہے کیونکہ اس لئے نذر ماننے والے کا مال ناجائز طریقے سے کھایا، اس نے کسی شے کے عوض میں اسے حاصل نہیں کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ" (النساء: ۲۹)

"تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز اور باطل طریقے سے مت کھاؤ۔"

نیز اسی طرح اس نے ناذر کو شرک پر پختہ کیا اور اس کے گندے عقیدے پر قائم رہنے میں اس کی مدد کی اور اس پر راضی ہوا اور شرک کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔" (النساء ۴۸)

"اللہ تعالیٰ مشرک کو ہرگز نہیں بخشے گا اور باقی گنہگاروں کو جسے چاہے گا معاف فرمادے گا۔"

قبر پر نذر وصول کرنے والا کاہن کی مٹھائی اور بدکار عورت کی کمائی کی طرح حرام کھاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ ناذر کو دھوکا دیتا ہے اور اسے یقین دلاتا ہے کہ ولی اور بزرگ نفع ونقصان پر قادر ہوتا ہے۔

میت پر نذر و نیاز وصول کرنے سے زیادہ بڑا کام اور کونسا ہو سکتا ہے اور اس سے بڑا فریب اور دھوکا اور کیا ہو سکتا ہے اور برائی کو نیکی میں تبدیل کرنے کی اس سے زیادہ تعجب انگیز سازش اور کونسی ہو سکتی ہے؟ اصنام اور اوثان یعنی بتوں کی نذریں ایسے ہی طریقہ پر ہُوا کرتی تھیں۔ نذر ماننے والا یہ سمجھتا تھا کہ یہ صنم نفع و نقصان پہنچانے پر قادر ہے۔ اس لیے اس کے نام پر اپنے مال سے قربانیاں دیا کرتے تھے۔ زمین میں پیداوار میں ان کا حصہ مقرر کرتے اور بتوں کے مجاوروں کے پاس ان کا عشر لے کر آتے تھے اور وہ ان سے وصول کرتے تھے اور ان کے ذہن میں اس بات کو پختہ کرتے تھے کہ ان کا یہ عقیدہ حق و صداقت پر مبنی ہے۔ اسی طرح بعض آدمی اپنی قربانیاں لاتے اور بتوں کے پاس ذبح کرتے تھے۔ یہی وہ برائیاں تھیں جن کو ختم کرنے اور مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔

سوال: اگر کوئی یہ کہے کہ بسا اوقات نذر دینے والا اور مال خرچ کرنے والا اس سے نفع حاصل کرتا ہے یا اس کی کوئی تکلیف دُور ہو جاتی ہے؟

جواب:

میں کہتا ہوں کہ بتوں کا بھی یہی حال تھا بلکہ بتوں سے ان کو اس سے زیادہ فائدہ ہوتا تھا۔ بعض بتوں کے پیٹ سے آواز آتی تھی اور انسان کے مخفی راز کی وہ خبریں دیتے تھے۔ اگر یہ دلیل قبروں کی حقانیت کی ہو سکتی ہے تو یہ بتوں کی حقانیت کی دلیل بالا ولیٰ ہو سکتی ہے۔ درحقیقت یہ تو اسلام کے محل کی بنیادیں اکھیڑنے اور بتوں کے نجس پودوں کی آبیاری کے مترادف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ابلیس اور اس کے ہمنوا جن و انسان اللہ کے بندوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ نے ابلیس کو یہ طاقت دے رکھی ہے کہ وہ انسان کے بدن میں داخل ہو کر اس کے دل میں وسوسہ پیدا کرے اور اپنی سونڈ سے اس کے دل کو لقمہ بنائے۔ اسی طرح وہ بتوں کے اندر داخل ہو جاتے ہیں اور لوگوں کے کانوں میں آواز ڈالتے ہیں۔ یہ سب کچھ قبر پرستوں کے عقائد کو پختہ اور محکم کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ اللہ نے ان کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنا لاؤ لشکر لے کر بنی آدم پر چڑھائی کریں اور اسے گمراہی کے گڑھے میں پھینکیں اور ان کے مال و اولاد میں حصہ دار بنیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ شیطان اللہ کی کچھ باتیں چوری چھپے سننے کی کوشش

کرتا ہے پھر وہ ان باتوں کو کاہنوں کے کانوں میں ڈال دیتا ہے پھر یہ لوگ غیب کی خبریں دینے لگتے ہیں اور شیطان نے جو کچھ انہیں بتلایا ہوتا ہے اس کی بھی خبر دیتے ہیں۔ اس میں اپنی طرف سے کافی جھوٹی باتیں ملا کر لوگوں کو بتلاتے ہیں۔ پھر جنوں کے شیطان انسانوں کے شیطانوں کے پاس آتے ہیں جو قبروں پر مجاور بن کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ اور فلاں ولی نے فلاں کام کیا۔ یہ لوگوں کو اس کی تعظیم اور عبادت کی رغبت دیتے ہیں اور اس کی مخالفت اور نافرمانی سے ڈراتے ہیں۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شہروں کے حاکم اور ملکوں کے بادشاہوں کو انہوں نے عزت دی ہوتی ہے۔ وہ نذریں وصول کرنے کے لیے اپنے کارندے مقرر کرتے ہیں۔ بعض اوقات ایسے آدمی کو مقرر کرتے ہیں جن کے متعلق لوگوں کو حسن ظن ہوتا ہے، جیسے کوئی عالم، وعظ و نصیحت کرنے والا، مفتی، شیخ یا صوفی ہو تو ایسی صورت میں ان کا فریب کامیاب رہتا ہے اور اس دجل و فریب سے ابلیس کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔

سوال:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کام تو عام شہروں میں ہوتا ہے، پہاڑوں اور جنگلوں میں ہوتا ہے۔ مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں ہوتا ہے بلکہ اسلامی ممالک میں سے کوئی ایسا ملک نہیں جہاں پر پختہ قبریں اور مزار نہ ہوں اور زندہ لوگ ان کے متعلق حسن عقیدت نہ رکھتے ہوں اور ان کی تعظیم نہ کرتے ہوں، لوگ ان کی نذریں مانتے ہیں، ان کا نام لے کر پکارتے ہیں، ان کی قسمیں کھاتے ہیں، ان کی قبروں کے گرد طواف کرتے ہیں، وہاں پر چراغ روشن کرتے ہیں، قبر کو خوشبو لگاتے ہیں اور اس پر غلاف پہناتے ہیں۔ وہاں پر جس طرح کی عبادت ممکن ہوتی ہے، کرتے ہیں۔ ان کی تعظیم، خشوع و خضوع اور ان کے سامنے عاجزی کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے سامنے اپنی حاجتیں اور ضروریات پیش کرتے ہیں، بلکہ مسلمانوں کی مسجدوں میں بھی ان کی قبریں ہوتی ہیں یا ان کے قریب ہوتی ہیں یا وہاں پر کوئی مزار ہوتا ہے کہ نمازی نماز کے اوقات میں قبروں پر جاتے ہیں اور وہاں پر ایسے مشرکانہ کام کرتے ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ کیونکہ عقل کی عقل یہ بات باور نہیں کر سکتی کہ ایک برا کام دنیا کے طول و عرض میں پھیل جاتا ہے لیکن علمائے اسلام جن کا عوام میں اچھا خاصا اثر و رسوخ ہے ان کے لبوں پر مہر خاموشی ثبت رہے، اور وہ اس برائی کو رد کرنے سے خاموش رہیں؟

جواب:

میں کہتا ہوں، اگر آپ انصاف کے طالب ہیں اور اسلاف کی پیروی کرنا چاہتے اور یہ بات سمجھتے ہیں کہ حق وہی ہے جس پر دلیل قائم ہو نہ کہ وہ جس پر عوام نسل در نسل متفق رہے ہوں تو آپ جان لیں کہ وہ امور جن کا ہم نے انکار کیا ہے اور جس منار کو ہم گرانا چاہتے ہیں۔ یہ عام لوگوں کے افعال ہیں جن کا اسلام اپنے آباؤ اجداد کی تقلید پر مبنی ہے جو بلا دلیل ہے اور وہ اچھے برے کی تمیز کے بغیر ان کی پیروی کرتے ہیں۔ ان میں ایک پیدا ہوتا ہے وہ اپنے گاؤں اور شہر کے لوگوں کو دیکھتا ہے جو اسے بچپن میں یہ تلقین کرتے ہیں کہ ان لوگوں کو پکارے جن کے متعلق ان کا حسن اعتقاد ہے اور وہ ان کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کی نذریں مانتے ہیں، اس کی تعظیم کرتے ہیں، اس کی قبر کی طرف سفر کرتے ہیں، اس کی قبر کی مٹی اپنے جسم پر ملتے ہیں، اس کی قبر کا طواف کرتے ہیں۔ پھر جب وہ جوان ہوتا ہے تو اس کے دل میں اس کی عظمت راسخ ہو جاتی ہے اور جن لوگوں کی وہ تعظیم کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک سب سے بڑا ہوتا ہے چھوٹا بچہ اسی حالت میں نشو و نما پاتا ہے اور بوڑھا اسی عقیدہ پر فوت ہو جاتا ہے، لیکن اسے کوئی برا تصور نہیں کرتا۔

بلکہ آپ دیکھیں گے کہ ایک صاحب علم جو اپنے علم و فضل کا دعویٰ کرتا ہے اور قضاء، فتویٰ اور مسند تدریس پر فائز ہے یا گورنری یا تعلیم کے عہدہ پر مامور ہے یا حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے جس کی لوگ تعظیم کرتے ہیں اور عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، قبروں پر نذریں اور چڑھاوے وصول کرتا ہے اور وہاں پر جو قربانیاں دی جاتی ہیں انھیں کھاتا ہے اور اسے دین اسلام کا حصہ تصور کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دین کی حقیقت یہی ہے۔ حالانکہ جو شخص کتاب و سنت کا علم رکھتا ہے اور صحابہؓ کے آثار سے واقف ہے اس پر یہ بات مخفی نہیں کہ کسی عالم کا کسی برائی سے سکوت یا اس کا کرنا اس برائی کے جواز کی دلیل ہرگز نہیں۔

ہم آپ کے لیے ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ چونگی وصول کرنے کے متعلق سب کو علم ہے کہ یہ کام حرام ہے۔ اس کے باوجود شہروں اور قصبوں میں یہ برائی عام ہو چکی ہے اور لوگ اس سے مانوس ہو چکے ہیں۔ اب اسے کوئی برا نہیں کہتا۔ مکہ معظمہ جو روئے زمین پر سب مقامات سے افضل ہے۔ وہاں پر بھی چنگی وصول کرنے والے بیٹھے ہوتے ہیں جو زائرین حرم سے چونگی

وصول کرتے ہیں اور بلد الحرام میں بھی یہ برا کام ہوتا ہے۔ حالانکہ وہاں کے باشندوں میں سے کئی جید عالم اور فاضل ہوتے ہیں اور حکام بھی ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اس برائی سے منع نہیں روکتے بلکہ اس معاملہ میں سکوت اور خاموشی کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ اس کے خلاف کسی قسم کا فتوے دینا پسند نہیں کرتے۔ کیا ان کا سکوت اس امر کی دلیل ہوگی کہ یہ کام جائز ہے؟ جسے معمولی سی سوجھ بوجھ ہوگی وہ ایسا ہرگز نہیں کہے گا۔

ہم آپ کے لیے ایک اور مثال بیان کرتے ہیں۔ بیت الحرام روئے زمین پر تمام ٹکڑوں سے افضل ہے۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے۔ کسی چرکسہ بادشاہ نے، جو جاہل اور گمراہ تھا، بیت الحرام میں چار مصلے بنا دیے جو عبادت کرنے والوں کے لیے تقسیم کر دیے اس سے۔ اس قدر خرابی پیدا ہوئی کہ بس اللہ ہی جانتا ہے۔ مسلمانوں کی عبادت کے لیے خانہ خدا کئی حصوں میں تقسیم کیا گیا[1] اور ایک دین میں مختلف مذاہب معرض وجود میں آئے اور مسلمان مختلف مذاہب میں بٹ گئے۔ اس بری رسم سے شیطان بہت خوش ہوا اور مسلمانوں کا مذاق اڑانے لگا لیکن اس موقعہ پر تمام مسلمانان عالم نے خاموشی اختیار کی اور اس برائی کے خلاف کسی نے آواز نہ اٹھائی۔ دنیا کے ہر خطہ سے علماء و فضلاء نے یہ ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا مگر کسی نے اُن کو برا کہنے کی جرأت نہ کی۔ کیا ان کی خاموشی اور سکوت اس کے جواز کی دلیل بن سکتا ہے؟ جس کو معمولی سا علم ہوگا وہ ایسی بات کو ہرگز تسلیم نہیں کریگا اسی طرح ان افعال پر جو اہل قبور کرتے ہیں، ان کا سکوت جواز کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

سوال:

اگر آپ یہ کہیں کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام امت گمراہی پر متفق ہو گئی کیونکہ وہ اس کو برا کہنے سے خاموش رہی ہے؟

جواب:

اجماع کی حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مسعود کے بعد امت محمدیہ کے مجتہدوں کا کسی مسئلہ میں متفق ہونا ہے اور مذاہب کے فقہاء ائمہ اربعہ کے بعد اجتہاد کو محال تصور کرتے

---

[1] سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود مرحوم و مغفور کے عہد حکومت سے پہلے مذاہب اربعہ کے چار مصلے تھے اور چار امام تھے اور ہر نماز کے لیے یکے بعد دیگرے چار جماعتیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک شافعیوں کا امام تھا دوسرا مالکیوں کا اور تیسرا احناف کا اور چوتھا حنابلہ کا امام تھا۔ (الفلاح کیم اے)

ہیں۔ اگرچہ ان کی یہ بات غلط اور باطل ہے اور ایسی بات وہی کہتا ہے جو حقائق سے بے خبر ہوتا ہے تاہم ان کے خیال کے مطابق ائمہ اربعہ کے زمانہ کے بعد کبھی اجماع نہیں ہوگا۔ بنابریں یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بدعت اور قبروں کا فتنہ ائمہ اربعہ کے زمانہ میں نہیں تھا۔ جیسا کہ عنقریب ہم ثابت کریں گے کیونکہ اب اجماع کا وقوع امر محال ہے۔ امت محمدیہ اب زمین کے گوشہ گوشہ میں پھیلی ہوئی ہے اور علم اسلام چار دانگ عالم میں لہرا رہا ہے۔ اب تحقق علماء کا کوئی انحصار نہیں اور کوئی شخص ان کے حالات سے آگاہ نہیں ہو سکتا جو شخص دین کے تمام روئے زمین پر پھیل جانے کے بعد اور مسلمانوں میں کثرت سے علماء ہونے کے بعد اجماع کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا دعویٰ جھوٹا اور باطل ہے۔ جیسا کہ ائمہ محققین نے ذکر کیا ہے۔

پھر اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیں کہ انہوں نے اس برائی کا علم ہونے کے باوجود روکا نہیں۔ بلکہ خاموشی سے کام لیا ہے تو ان کا یہ سکوت اس کے جواز کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شریعت کے قواعد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ برائی کو روکنے کے تین طریقے ہیں۔

۱۔ انکار بالید، یعنی برائی کو ہاتھ سے روکا جائے یہ اس طرح ہے کہ برائی کو ہاتھ سے مٹایا جائے۔

۲۔ انکار باللسان، جب ہاتھ سے برائی روکنے کی ہمت نہ ہو تو زبان سے برائی کو روکنے کی کوشش کرے۔

۳۔ انکار بالقلب، جب ہاتھ اور زبان سے برائی کو روکنے کی ہمت نہ ہو تو دل میں ہی اسے برا سمجھے کیونکہ ایک کی نفی دوسرے کی نفی کو متلزم نہیں۔

اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی کسی چونگی لینے والے کے پاس سے گزرتا ہے وہ غریبوں کا مال ظلم سے لیتا ہے یہ عالم اس کو زبان اور ہاتھ سے روکنے کی ہمت نہیں رکھتا کیونکہ ایسی صورت میں نافرمان لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے۔ اس صورت میں برائی روکنے کے دو طریقے ختم ہو گئے یعنی ہاتھ اور زبان سے برائی کو روکنے کی پابندی ختم ہو گئی اب صرف ایک صورت باقی رہ گئی یعنی دل سے اس برائی کو برا تصور کرنا اور یہ ضعیف الایمان ہونے کی نشانی ہے۔ تو جب عالم جس کے سامنے جابر اور ظالم لوگ برائی کرتے ہوں اور وہ اس کا رد کرنے سے خاموش رہے تو اس کے متعلق یہ حسن ظن ہونا چاہیے کہ ہاتھ اور زبان سے برائی کو روکنا اس کے لئے مشکل ہے لیکن دل سے وہ اسے برا سمجھتا ہے مسلمانوں کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہیے کیونکہ جب تک ممکن ہو ان کے لئے تاویل کرنا واجب اور ضروری ہے۔ تو جو لوگ حرم شریف میں داخل ہوتے تھے اور ان شیطانی تعمیرات کو دیکھتے تھے، جنہوں نے مسلمانوں کی نمازوں کو الگ کر دیا، تو وہ ان ... کہ مسلمانوں کے ائمہ کو پار...

کی برائی کا اظہار کرنے سے قاصر تھے۔ وہ صرف دل سے برا سمجھتے تھے جیسے کوئی شخص جوگی لیئے والے سکے پاس سے گزرتا ہے اور قبر پرستوں کے پاس سے گزرتا ہے تو وہاں برائی روکنے کی ہمت نہیں رکھتا اور اسے معذور تصور کیا جاتا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ائمہ کے متعلق جو یہ استدلال پکڑتے ہیں کہ یہ امور واقع ہوتے ہیں کہیں کسی نے انکار نہ کیا اور نہ اس سے روکا تو گویا کہ اس پر اجماع ہو گیا یہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ غلط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جو وہ استدلال پکڑتے ہیں کہ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، یہ رجما بالغیب ہے کیونکہ انسان دل سے ایک کام کو برا سمجھتا ہے لیکن ہاتھ اور زبان سے اس کا انکار مشکل ہوتا ہے۔ آپ اپنے زمانہ میں دیکھئے۔ کتنے ایسے امور واقع ہوتے ہیں۔ جن کو ہاتھ اور زبان سے روکنے کی آپ سکت نہیں رکھتے۔ حالانکہ دل سے آپ ان کو برا سمجھتے ہیں۔ جب کوئی جاہل کسی عالم کو دیکھتا کہ وہ اس برائی کے انکار سے خاموش ہے یہ سمجھتا ہے کہ یہ کام جائز ہے۔ حالانکہ ایک عالم شخص بسا اوقات دل میں خاموشی کے ساتھ اسے ملامت کرتا ہے اور اس کا غم کرتا ہے۔ تو کسی کے سکوت سے ایک عالم اور عارف شخص استدلال نہیں پکڑتا۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ فلاں آدمی نے ایسے کیا اور باقی خاموش رہے تو یہ اجماع ہو گیا۔ یہ استدلال بھی بودا ہے اور ناقابل التفات ہے اس کی دو وجوہات ہیں:

۱۔ یہ دعویٰ کہ باقی لوگوں کا سکوت اختیار کرنا کسی کے فعل کو پختہ کرنا ہے غلط ہے کیونکہ سکوت کسی امر کے پختہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

۲۔ ان کا یہ کہنا کہ "اجماع ہو چکا ہے" کیونکہ اجماع امت محمدیہ کے اتفاق کا نام ہے اور کسی آدمی کا سکوت اختیار کرنا اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ اس کے موافق ہے یا مخالف نہیں جتنی کہ اپنی زبان سے وہ خود وضاحت کرے کسی بادشاہ کے پاس لوگوں نے اس کے کسی گورنر کی یا عامل کی بہت تعریف کی لیکن ایک شخص خاموش رہا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا "تم کیوں نہیں بولتے"؟ اس نے جواب دیا "میں کیسے بولوں یہ میں ان کے مخالف ہوں۔ اگر بات کروں گا تو ان کے خلاف ہی کروں گا۔ اس لئے میں خاموش ہوں۔ تو ہر سکوت سے رضامندی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان برائیوں کی بنیاد ان لوگوں نے رکھی جو نیزوں اور تلواروں سے لیس تھے اور بندگان خدا کے جان و مال ان کے رحم و کرم پر تھے۔ ان کی آبرو اور ان کی عزت و حرمت کا معاملہ بھی ان کے حکم کے ماتحت تھا۔ اندریں حالات فرد واحد اس کو روکنے کی ہمت کیسے کر سکتا ہے؟

تو یہ مزارات اور مشاہد جو شرک و الحاد کا سب سے بڑا ذریعہ بن چکے ہیں اور اسلام کے محل کو منہدم کرنے اور اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کا سبب ہیں۔ ان کو تعمیر کرنے والے اکثر بادشاہ، رؤسا اور گورنر تھے، وہ ان کے رشتہ دار اور فرزند دار ہونے کی وجہ سے ایسا کرتے تھے یا وہ ایسا شخص ہوتا تھا جس کے متعلق وہ حسن ظن رکھتے کہ یہ کوئی عالم، فاضل یا کوئی صوفی تقیر ہوگا یا کوئی اور بڑا آدمی ہوگا، چنانچہ ان کی جان پہچان والے ان کی قبروں اور مزاروں کی زیارت کی غرض سے آتے تھے، لیکن ان کی زیارت یوں کرتے تھے۔ جیسے عام مُردوں کی قبروں کی زیارت کی جاتی ہے۔ یعنی وہاں جا کر ان کا توسل حاصل نہیں کرتے اور نہ ان کو پکارتے تھے۔ بلکہ ان کے لئے دعا و استغفار کرتے تھے، پھر جب اس قبر کے مُردے کو جاننے والے فوت ہو گئے یا ان میں اکثر دارِ دنیا سے رخصت ہو کر ملکِ عدم کی طرف چلے گئے تو ان کے بعد میں آنے والے لوگ جب اس قبر کے پاس آئے اور وہاں پر گنبد دیکھا، قبر کے در پر چراغ روشنی کرتے ہوتے دکھائی دیے، قیمتی کپڑے کا غلاف اس پر نظر آیا، اس پر رنگا رنگ کے پردے دکھائی دیے۔ چاروں طرف سے خوشبوؤں کی مہک سے دماغ معطر ہوا تو انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ کوئی بزرگ ہستی ہے جو نفع نقصان پر قادر ہے پھر انہوں نے مجاوروں کو دیکھا جو اس میت کے متعلق جھوٹی کہانیاں سناتے ہیں کہ اس نے یوں کیا اور یوں کیا، فلاں شخص مصیبت میں گرفتار تھا اس کے پاس آکر منت ماننے سے اس کی مصیبت رفع ہو گئی اور فلاں شخص کو بڑا نفع پہنچا، حتیٰ کہ ہر باطل بات ہی کو ذہن نشین کراتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ احادیث میں مذکور ہے، جو شخص قبروں پر چراغ جلاتا ہے یا ان پر کتبہ لگاتا ہے یا ان پر کوئی تعمیر کرتا ہے، تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس سلسلہ میں کافی حدیثیں مذکور ہیں۔ ان امور سے فی نفسہٖ ممانعت ہے، علاوہ ازیں یہ ایک بہت بڑی خرابی کا ذریعہ ہیں۔

سوال :

اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر ایک بہت بڑا گنبد ہے اور اس پر خطیر رقم خرچ کی گئی، اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب :

درحقیقت یہ حقیقتِ حال سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس گنبد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوایا نہ آپ کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی نے بنایا اور نہ کسی عالم یا امام نے اسے بنانے کا فتویٰ اور حکم دیا۔ بلکہ یہ گنبد مصر کے متاخرین بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے

۵۲ھ میں بنایا جس کا نام تلاوتن صالحی تھا۔ جسے ملک منصور بھی کہتے تھے۔ اس کا ذکر تحقیق النفر بتخیص معالم دار الھجرۃ" میں موجود ہے۔ یہ امور جو حکومت کرتی ہے وہ شریعت کی دلیل نہیں بن سکتے کیونکہ متاخرین کا وہ کام جو سلف کی پیروی میں نہ ہو۔ شریعت میں دلیل نہیں بن سکتا۔ یہ آخری بات ہے جو ہم نے ذکر کی ہے جس کی بنا پر لوگ خواہشات کی پیروی کرنے لگے اور آزمائش میں مبتلا ہو گئے اور علماء برائی سے روکنے سے خاموش ہو گئے۔ جو ان کے ذمے واجب تھی اور جس طرف عوام الناس کا رجحان ہوا اسی طرف علماء مائل ہو گئے اور نیکی کو گناہ اور گناہ کو نیکی تصور کرنے لگے اور خاص لوگوں میں سے کوئی انہیں روکنے کی جسارت نہ کر سکا۔ تو یہ بات ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے اعتقادات میں خرابی پیدا ہو گئی۔

سوال؛

بعض اوقات زندوں اور مُردوں کے ساتھ کچھ ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو لوگوں کو عجیب و غریب کرشمے دکھاتے ہیں۔ لوگ انہیں مجذوب کہتے ہیں۔ جن امور کو یہ لوگ کرتے ہیں شریعت میں ان کا کیا حکم ہے؟

جواب؛

جو لوگ مجذوب کے نام سے مشہور ہیں اور اللہ جل جلالہ کا لفظ زبان سے نکالتے ہیں اور وہ مرض طریقہ سے جوشے کی کوشش کرتے ہیں۔ سب شیطان لعین کے ساتھی اور بہت دھوکے باز ہیں۔ انہوں نے مکر و فریب کا لباس اوڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ مطلق لفظ اللہ اللہ کوئی کلام نہیں اور نہ اللہ کی توحید ہے بلکہ اس لفظ کا مذاق اور استہزاء ہے۔ کیونکہ اسے عربی زبان سے خارج کر دیتے ہیں اور اسے بے معنی بنا دیتے ہیں اگر کوئی بڑا نیک آدمی زید کے نام سے موسوم ہو اور لوگ اسے زید زید کہیں تو اس میں اس کی تعظیم و توقیر نہیں۔ بلکہ یہ تو سراسر اس کی توہین ہے خصوصاً جبکہ اس لفظ میں تحریف کرتے ہیں[1]

پھر غور کیجئے کیا اللہ کا لفظ انفرادی طور پر قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں کہیں مذکور ہے کہ اللہ اللہ پڑھا جائے۔ کتاب و سنت میں جس ذکر کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس سے مراد اللہ کی تسبیح اور

[1] یعنی لفظ اللہ کے دو حصے کرتے ہیں جیسے اَلّا ہُو، وہ اسے ذکر الٰہی شمار کرتے ہیں حالانکہ ایسا ذکر حضور اکرمؐ سے ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔

تہلیل ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اذکار اور کچھ دعائیں مروی ہیں۔ آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور آپؐ کے آل طہارت بھی دعائیں کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ دعائیں اور اذکار ان فقیروں کی ہاؤ ہو اور شور وغل اور اونچی آوازوں سے مختلف تھے۔ ان کی دعائیں وہ ہوتی تھیں جن کا اللہ نے ذکر کیا ہے اور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھ کر امت کو بتلائی ہیں ان لوگوں نے مسنون دعاؤں کو ترک کر کے غیر مسنون دعاؤں کو رائج کیا اور لوگوں کو دور دراز کی گمراہی میں پھینک دیا۔ پھر بعض اوقات اللہ کے نام کے ساتھ کچھ مُردوں کے نام ملاتے ہیں۔ مثلاً ابن علوان، احمد بن حسین، شیخ عبدالقادر اور عبدروسی وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ ان کی انتہا ہو چکی ہے جو اہل قبور کی طرف جھک گئے ہیں اور اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔ جیسے علی نعمان اور علی احمر وغیرہ اللہ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اہل بیت نبوی و دیگر صحابہ کرامؓ کو ان جاہل گمراہ لوگوں سے بچایا کہ وہ جاہل اور گمراہ لوگ اپنے منہ سے ان کا نام لیں تو یہ لوگ شرک و کفر اور جہالت کو یکجا اکٹھا کرتے ہیں۔

سوال :

اگر آپ یہ سوال کریں کہ بعض اوقات یہ لوگ اللہ جل جلالہ کا لفظ بولتے ہیں اور جاہل اور باطل پرست لوگ ان کی کئی خوارق بیان کرتے ہیں، مثلاً وہ اپنے آپ کو نیزے مارتے ہیں سانپ، بچھو اور گرگٹ وغیرہ ہاتھوں میں لیے پھرتے ہیں۔ آگ کو اپنے منہ میں ڈالتے ہیں اور ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں وغیرہ۔

جواب :

یہ سب شیطانی امور ہیں۔ آپ کو دھوکا دیا گیا ہے اگر آپ ایسے مُردوں کی کرامتیں شمار کرتے ہیں یا زندہ لوگوں کی نیکی تصور کرتے ہیں تو یہ آپ کی غلطی ہے کیونکہ جب آپ نے اس گمراہ شخص کو اس کا نام لے کر پکارا ہے اور اس کو ربّ تعالیٰ اور مخلوق میں شریک کیا ہے تو آپ کو دھوکا دیا گیا ہے کیا آپ ان مُردوں کو اللہ کے ساتھ اور شریک سمجھتے ہیں؟ اگر آپ ایسا سمجھتے ہیں تو آپ نے بہت برا کام کیا اور ان مُردوں کو بھی مشرک بنا دیا اور ان کو معاذ اللہ دائرہ اسلام سے خارج کر دیا اور دین سے باہر پھینک دیا۔ کیونکہ آپ نے ان کو اللہ کے شریک بنا دیا اور اس پر راضی اور خوش ہیں اور آپ نے یہ تصور کیا کہ یہ کرامتیں ان گمراہ اور مشرک مجذوبوں کے تابع ہیں جو خود ضلالت اور ذلت کے سمندر میں غرق ہیں جو اللہ کو کبھی بھول کر بھی سجدہ

نہیں کرتے۔ جب اللہ کو یاد کرتے ہیں تو ساتھ اور لوگوں کو بھی یاد کرتے اور پکارتے ہیں۔ اگر آپ ایسا تصور کرتے ہیں تو آپ نے مشرکوں، کاذبوں اور مجذوب لوگوں کے لئے کرامتیں ثابت کر دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے اصول اور قواعد وضوابط کو ملیا میٹ کر دیا اور دین متین اور شرع مبین کو مٹانے کی کوشش کی۔

جب ان دونوں امور کے بطلان کا آپ کو علم ہو گیا تو آپ جان لیں کہ یہ تمام شیطانی افعال ہیں اور ابلیس کے کام ہیں۔ شیطان اپنے گمراہ بھائیوں کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ یہ دونوں فریق ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ حدیث شریف میں ذکر آیا ہے کہ شیطان اور جن بعض اوقات سانپوں اور اژدھوں کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ یہ امر قطعی طور پر وقوع پذیر ہے تو یہی وہ سانپ ہیں جن کو لوگ ان مجذوبوں کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں۔

بعض اوقات ان میں جادو کا اثر بھی ہوتا ہے۔ اس کی کئی اقسام ہیں۔ اس کا سیکھنا کوئی زیادہ مشکل کام نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور اللہ کی قابل احترام اشیاء کی بے حرمتی کرنا اس کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔ مثلاً جادوگر قرآن کریم کو لیٹرین میں پھینک دیں (نعوذ باللہ من ذالک)، تو مجذوبوں سے ایسے امور کا سرزد ہونا آپ کو حیرت میں نہ ڈال دے اور آپ کو دھوکا نہ ہو جائے۔ ان امور کو لوگ خوارق کہتے ہیں۔ کیونکہ ایسے امور میں جادو کا اثر بہت جلدی ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو انسان کی آنکھوں پر اثر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ فرعون کے جادوگروں نے میدان سانپوں سے بھر دیا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں خوفزدہ ہوئے تو اللہ نے بتلایا یہ سحر عظیم ہے اور سب جادو کی کارروائی ہے۔

جادو کے ذریعے اس سے بھی بڑے بڑے امور کا ظہور ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن بطوطہ وغیرہ مؤرخین نے جو ہندوستان میں آتے تھے، بیان کیا ہے کہ انہوں نے وہاں ایک ایسی قوم دیکھی جو جلتی آگ میں کپڑوں سمیت کود پڑتے تھے۔ جب باہر نکلتے تو بدن کو تو کجا ان کے کپڑوں کو بھی آگ نہ جلاتی تھی۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی انسان کو دیکھا جو بادشاہ کے پاس اپنے دونوں بیٹے لے گیا۔ وہاں جاکر اس نے بادشاہ کے سامنے ان دونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پھر ان کو مختلف اطراف میں پھینک دیا۔ حتیٰ کہ اس کے پاس ان میں سے ایک ٹکڑا بھی باقی نہ رہا۔ پھر وہ رونے لگا اور آہ و بکا کرنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد حاضرین کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ایک ٹکڑا آتا ہے اور وہ آ کر دوسرے ٹکڑے سے مل جاتا ہے حتیٰ کہ وہ دونوں لڑکے مکمل انسان بن کر زندہ ہو گئے۔

یہ واقعہ انہوں نے اپنے سفرنامہ میں ذکر کیا ہے انہوں نے تو اسے بہت طویل لکھا ہے لیکن میں نے اسے مختصر بیان کیا ہے۔ میں نے ۱۱۳۶ھ میں مکہ مکرمہ میں اس کا مطالعہ کیا تھا۔ مدینہ میں احناف کے مفتی علامہ سید محمد بن اسعد نے مجھے یہ واقعہ تحریر کرایا۔

ابوالفرج اصفہانی کی کتاب اغانی میں سند کے ساتھ ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک جادوگر ولید بن عقبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اسے اپنے کرشمے دکھلا رہا تھا وہ گائے کے پیٹ میں داخل ہو جاتا اور پھر باہر نکل آتا تھا۔ حضرت جندب نے اسے جب دیکھا تو انہیں اس کی یہ حرکت بہت ناگوار گزری۔ وہ سیدھے گھر گئے۔ وہاں سے تلوار لے کر سیدھے جادوگر کے پاس آتے وہ گائے کے اندر داخل ہو چکا تھا حضرت جندب نے یہ آیت پڑھی۔

"أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ" (الانبیاء: ۳)

"تم جادو کا کام کرتے ہو حالانکہ تم اسے دیکھتے ہو کہ غلط کام ہے۔"

پھر گائے کے درمیان میں تلوار ماری اور اسے کاٹ دیا اور جادوگر کے بھی ٹکڑے کر دیئے لوگ یہ معاملہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ ولید نے ان کو قید کر دیا اور حضرت عثمانؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی جیل کا سپرنٹنڈنٹ ایک عیسائی تھا۔ جب رات ہوئی تو اس نے حضرت جندبؓ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب دن ہوا تو انہیں دیکھا کہ وہ روزہ رکھے ہوتے تھے۔ یہ ماجرا دیکھ کر عیسائی کہنے لگا۔ خدا کی قسم! یہ ان میں سے سب سے بڑا آدمی ہے؟ جس کا یہ حال ہے کہ رات کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے۔ نہیں، یہ سچے لوگ ہیں۔ ان کا مذہب برحق ہے! پھر اس نے جیل کی نگرانی پر کسی اور آدمی کو مقرر کیا اور خود کوفہ میں گیا وہاں جا کر لوگوں سے پوچھنے لگا کہ اس شہر میں سب سے زیادہ نیک اور افضل آدمی کونسا ہے؟ لوگوں نے اشعث بن قیس کا نام لیا۔ تو یہ ان کے ہاں مہمان بن کر چلا گیا جب رات ہوئی تو اس نے اسے دیکھا کہ وہ سو رہا ہے اور جب صبح ہوئی تو اسے دیکھا کہ وہ ناشتہ کر رہا ہے اور روزہ نہیں رکھا تو وہاں سے چل دیا۔ پھر بازار میں لوگوں سے پوچھا یہاں پر سب سے افضل اور پرہیزگار آدمی کون سا ہے؟ لوگوں نے جریر بن عبداللہ کا نام لیا۔ وہ ان کے پاس پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا۔ جب وہاں پہنچا تو وہ سوئے پڑے تھے پھر جب صبح ہوئی تو انہوں نے ناشتہ منگوایا۔ وہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا میرا رب بھی وہی ہے جو جندب کا رب ہے اور میرا دین بھی وہی ہے جو جندب کا دین ہے۔ یہ کہہ کر اسلام لے آیا۔

امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ میں اس واقعہ کو بیان کیا لیکن کچھ اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔

انہوں نے اس کی سند اسود تک بیان کی ہے کہ ولید بن عقبہ عراق کا گورنر تھا۔ اس کے سامنے ایک جادوگر جادو کا کھیل دکھلا رہا تھا۔ وہ کسی آدمی کا سر کاٹ کر پھینک دیتا تھا۔ پھر رونے لگتا اور چیختا۔ پھر اس کا سر واپس اُڑ کر باقی جسم سے مل جاتا اور وہ انسان بالکل ٹھیک ہو جاتا۔ لوگ اس کا تماشا دیکھ کر عش عش کر اٹھے اور اسے داد دینے لگے کہ یہ مُردے کو کیسے زندہ کر لیتا ہے۔ ان میں سے کسی نیک آدمی نے اس کی یہ کارروائی دیکھی تو اسے بری محسوس ہوئی۔ جب اگلا دن ہوا تو وہ اپنی تلوار سونت کر وہاں گیا۔ وہاں پر اسی طرح جادوگر اپنا کرتب اور کرشمہ دکھلا رہا تھا۔ اس نے تلوار میان سے نکالی اور اس کے سر پر ماری اور کہنے لگا اگر یہ سچا ہے تو اپنی جان کو زندہ کرے۔ ولید نے جیل کے سپرنٹنڈنٹ دینار کو حکم دیا کہ اسے قید کرے چنانچہ انہیں جیل میں بند کیا گیا۔

سب سے زیادہ تعجب انگیز وہ واقعہ ہے جو امام بیہقی نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے جو بہت طویل واقعہ ہے۔ اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک عورت نے دو فرشتوں ہاروت ماروت سے جادو کا علم سیکھا۔ چنانچہ وہ گندم کے دانے لے کر زمین میں پھینک دیتی اور ان کو کہتی تم زمین سے اگ آؤ۔ چنانچہ وہ اگ آتے۔ پھر کہتی کہ ان پر بالیں بن جائیں۔ چنانچہ ان پر بالیں بن جاتیں۔ پھر کہتی کہ یہ بالیں خشک ہو جائیں۔ چنانچہ ایسے ہی ہو جاتا۔ پھر کہتی اس کا آٹا بن جائے تو وہ آٹا بن جاتا۔ پھر کہتی اس کی روٹی پک جائے تو روٹی پک جاتی۔ وہ جو بات کہتی وہی پوری ہو جاتی۔

شیطانی حالات کا کوئی انحصار اور احاطہ نہیں ہو سکتا۔ ایک مسلمان کے لئے یہی کافی ہے کہ دجال جو شیطانی حالات پیش کرے گا تو مسلمان کو اس موقع پر کتاب و سنت کی پیروی کا حکم اور شیطان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم جو کچھ ذکر کرنا چاہتے تھے کر دیا۔ الحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم!

ضروری اعلان

بحمد اللہ الاسلام ڈائری ۱۹۹۱ء کی ترتیب شروع ہو چکی ہے۔ ۱۹۹۰ء کی ڈائری کو جو پذیرائی حاصل ہوئی اور احباب نے جسطرح تعاون کیا اور پسند فرمایا وہ امر ہمارے لیے حوصلہ وامید کا پیغام ہے۔ الاسلام ڈائری کو ہم مسلکی، تنظیمی، جماعتی اور معلوماتی کے اعتبار سے اس قدر جامع بنانا چاہتے ہیں کہ وہ ہر فرد کی ضرورت بن جائے۔ لہٰذا جملہ احباب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مفید مشوروں سے نوازیں۔

نیز اپنے علاقہ کی اہم جماعتی شخصیتوں، مساجد، مدارس اور رفاہی اداروں کے پتوں اور ٹیلیفون نمبروں سے مطلع فرمائیں۔

ادارہ الاسلام ڈائری - ۵۰ لوئر مال لاہور فون ۲۲۵۳۵۳ ۵۴۰۷۲
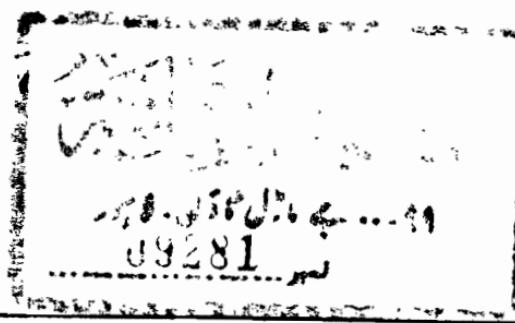
- ہم قرآن کریم اور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی اور رہبر تصور کرتے ہیں۔ اور ان دونوں کی طرف دعوت دیتے ہیں۔
- ہم قرآن پاک اور حدیث نبوی کی تعلیم سے امت مسلمہ کے قلوب سے زنگ اتار کر منور کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان دونوں کا نور گھر گھر پہنچانا چاہتے ہیں۔
- ہم بدعات اور رسومات کو اسلام کا جزو تصور نہیں کرتے بلکہ اسلام کو مروجہ بدعات سے پاک اور صاف کرنا چاہتے ہیں۔
- ہم تمام مسلمانوں کو دعوت اتحاد دیتے ہیں اور فرقہ بندی اور گروہ بندی کو امت مسلمہ کیلئے زہر قاتل تصور کرتے ہیں۔
- ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، تمام صحابہ کرامؓ، اہل بیت، بزرگان دین اور آئمہ عظام کی تعظیم و تکریم کو جزو ایمان تصور کرتے ہیں اور ان کے ادب و احترام کی دعوت دیتے ہیں۔

کیا آپ ہماری دعوت سے متفق ہیں؟ اگر آپ ہماری دعوت سے اتفاق رکھتے ہیں تو "تعاونوا علی البر والتقوی" کے جذبہ کے تحت دامے، درمے، سخنے اور قدمے ادارہ کی اعانت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

سیف الرحمٰن الفلاح ناظم اعلیٰ
مرکز الدعوۃ الاسلامیہ / مدرسہ رحمانیہ۔ محمدیہ روڈ اوکاڑہ پاکستان کوڈ نمبر ۵۶۳۰۰